مُسلسل اِشاعت کے ۵۳ سال

ہجرتِ نبوی ﷺ سے قبل

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماھنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۶ جلد: ۱۹ | جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ اپریل 2015

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

میر کارواں حضرت لدھیانوی کی رحلت

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی

[illegible] کے بارے میں
مرزائی اعتراضات کے جوابات

اوباما کے دورے:
سعودی شاہ کی نماز اور مودی کی چائے

تحفظ ختم نبوت کی خاطر قربانیاں

فتنہ قادیانیت سے باخبر رہیے

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم

میر کارواں حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت	مولانا حافظ محمد انس	3

مقالات ومضامین

ہجرت نبویؐ سے قبل	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	5
مسلمانوں کے تنزل کا سبب	جناب محمد طیب	8
درس ختم نبوت......مناظر اسلام حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ	مولانا غلام رسول دین پوری	10
عشق کے ہیں نئے انداز	مولانا عبداللہ معتصم	13
بچوں کے نام رکھنے کے آداب	جناب ابومحمد	14
مطالعہ......کیوں......کیا......اور کیسے؟	مولانا حافظ محمد انس	17
اوباما کے دورے، سعودی شاہ کی نماز اور مودی کی چائے	جناب پروفیسر محمد عاصم حفیظ	20

شخصیات

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا زاہد الراشدی	22
یادیں ان کی رلاتی رہیں گی	مولانا منیر احمد ریحان	24
اٹھا سائبان شفقت...... بڑی تیز دھوپ دیکھی	مولانا حافظ محمد انس	27
اک عظیم ہستی کی جدائی	مولوی آصف محمود	30

ردقادیانیت

احتساب قادیانیت جلد ۵۷ کا مقدمہ	مولانا اللہ وسایا	32
احتساب قادیانیت جلد ۵۸ کا مقدمہ	مولانا اللہ وسایا	33
دعوائے مسیحیت اور شعبدہ بازی	انتظار محمد خان	34
امام مہدی کے بارے میں مرزائی اعتراضات کے جوابات	مولانا صفدر حسین	37
نبوت یا مسخرا پن	مولانا عبداللہ معتصم	41
تحفظ ختم نبوت کی خاطر قربانیاں	مولانا محمد حذیفہ	42
فتنۂ قادیانیت سے باخبر رہیے	مولانا نظام الدین قاسمی	50

متفرقات

تبصرہ کتب	مولانا عبداللہ معتصم	54
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	55

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم

میر کارواں حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

یکم؍فروری بروز اتوار ۲۰۱۵ء تقریباً پونے دو بجے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف روانہ ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

آپ علماء ربانیین کے اس طبقے کے گنے چنے افراد میں سے تھے جن کا علم ان کے عمل سے چھلکتا ہے۔ جو اس دور میں طریق سلف کی علامت اور نشانی سمجھے جاتے ہیں۔ جو استقامت کے ساتھ نہ صرف اس منہج پر قائم ہیں جو ہمارے اکابر علماء کرام کا اصل ورثہ ہے۔ بلکہ ان کا وجود دوسروں کے لئے بھی اس راہ پر ثبات کا سبب ہے۔ جو زمانے کی چکا چوند سے متاثر ہوئے بغیر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے۔ زمانہ انہیں اپنے راستے سے نہ ہٹا سکا۔ ایسے لوگ بہت کم تھے اور گزرتے وقت کے ساتھ ان کی تعداد مزید کم ہوتی جارہی ہے۔ آپ ان علماء راسخین میں سے تھے کہ علم جن کا اوڑھنا بچھونا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا یعنی ہر لمحہ اللہ رب العزت کی رضا کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔ آپ کی تمام عمر علم حاصل کرنے، علم بانٹنے اور علم کا نور پھیلانے میں گزری۔ آپ مدرسہ قاسم العلوم، دارالعلوم کبیر والہ، میں اپنے اساتذہ اور بزرگوں کی مسند تدریس پر جلوہ افروز رہے اور بڑی بڑی کتابیں پڑھائیں۔ چالیس سال سے زائد عرصہ ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' یعنی صحیح بخاری شریف کا درس دیا۔ جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کی رونق وتزئین میں اپنی عمر کا کثیر حصہ صرف کیا۔ درجنوں مدارس کی سرپرستی کی۔ تحریکات دینیہ کے بہی خواہ اور مشفق سرپرست رہے۔ آخر عمر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتویں مرکزی امیر بنائے گئے۔ اس مسند پر رونق افروز ہوئے جس کو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ ایسے بزرگان امت نے سنبھالے رکھا۔ وہ ان اکابر کے طریقے کے امین تھے۔ اسی لئے ان کے جانشین بنے، جانشین رہے اور اسی حالت میں ہی دنیا سے رخصت ہوئے۔

عام طور پر تحریکی اور تنظیمی سرگرمیاں علماء کے لئے درس وتدریس سے دوری کا سبب بن جاتی ہیں۔ مگر حضرت نے اتنی بڑی ذمہ داری کو بھی پوری خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ساتھ ہی مسند حدیث کی ضیاء پاشیوں میں بھی کوئی فرق نہ آنے دیا۔ اتنی مصروفیات، پیرانہ سالی اور امراض کے باوجود آپ تحریک ختم نبوت اور دیگر دینی حوالوں سے طویل اسفار بھی فرماتے رہے۔ بیرون ملک کے سفر بھی ہوئے۔ ختم نبوت کانفرنس برطانیہ کے لئے بھی سفر فرمائے۔

کچھ عرصہ پہلے ملک میں پیدا ہونے والے مشکل حالات کی وجہ سے بالخصوص سانحہ پشاور (جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے) کے بعد ارباب اقتدار نے جن کو بارڈر پر بھارت کی بلااشتعال فائرنگ نظر نہیں آتی ہے نہ ہی سانحہ بلدیہ ٹاؤن جیسے المناک، شرمناک واقعہ جس کی سرکاری تحقیقات ہونے کے بعد رپورٹ بھی منظر عام پر آچکی ہے۔ وہ نظر آتا ہے۔ سندھ کے غربت زدہ علاقہ تھرپارکر میں معصوم بچوں پر رقص کرتی ہوئی موت بھی نظر نہیں آتی۔ روشنیوں کے شہر کراچی کا تباہ شدہ امن بھی نظر نہیں آتا۔ غربت سے تنگ خودکشی کرتے ہوئے لوگ بھی نظر نہیں آتے۔ اگر نظر آتے ہیں تو صرف اور صرف مسجد کے اسپیکر نظر آتے ہیں۔ جن پر اللہ اکبر کی صدا آتی ہے۔ وہ اتار لئے جائیں۔ کہاں جائیں، کس کو اپنا غم سنائیں۔ یہاں تو محافظ ہی لٹیرے ہیں۔ کیا گورنمنٹ سانحہ بلدیہ ٹاؤن کی تحقیقات کو آگے بڑھائے گی۔ اگر بڑھائے گی تو متلاشی امن لوگوں کو راہ نظر آئے گی۔ دین دشمن لوگوں کے کہنے پر جو علمائے حق، دینی مدارس، دینی جماعتیں، مذہبی طبقہ پر ظلم کا بازار گرم کررکھا ہے۔ ان ناساعدترین حالات کی وجہ سے آپ بہت ہی پریشان، غم زدہ تھے۔ اسی تشویش کے سلسلہ میں وفاق المدارس کے مرکزی دفتر میں منعقدہ سیمینار میں خطاب فرمایا۔ خطاب کیا تھا مستقبل میں دینی راہنماؤں کے لئے رہنما اصول تھے کہ ان پر کاربند رہ کر مذہبی طبقہ فلاح وسرخروئی حاصل کرسکتا ہے۔ اسی پالیسی ساز خطاب کے دوران شدید تکلیف شروع ہوئی۔ اسی تکلیف کے دوران ہی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ بروز سوموار تقریباً گیارہ بجے کہروڑپکا میں جنازہ ہوا۔ لاکھوں کی تعداد میں عقیدتمندوں نے شرکت کرکے اپنی بخشش کا پروانہ حاصل کیا۔ جامعہ اسلامیہ باب العلوم میں ہی آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمہ واسعۃً!

خصوصی اشاعت

نوٹ...... حکیم العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی یاد میں ماہنامہ لولاک نے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ حضرت الامیرؒ کے تلامذہ، متعلقین کی خدمت میں درخواست ہے کہ حضرت کے حوالے سے اپنی تحریرات، تاثرات، تعزیتی پیغامات اور مضامین ومقالات ۳۰ رجمادی الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰ راپریل ۲۰۱۵ء تک ارسال فرمادیں۔ یہ حضرتؒ کا ہم پر حق ہے۔ نیز جن حضرات کے پاس حضرت کے مکتوبات، ملفوظات، افادات یا کسی بھی قسم کی تحریرات محفوظ ہوں۔ وہ درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ انشاءاللہ! شکریے کے ساتھ شامل اشاعت کی جائیں گی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء!

دفتر ماہنامہ لولاک، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

ای میل ایڈریس: khatmenubuwwat@ymail.com

حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری (061)4783486 مولانا حبیب الرحمان 03006851059

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی 03006347103 مولانا حافظ محمد انس 03017500173

ہجرت نبوی ﷺ سے قبل

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

سیدنا امیر حمزہؓ کا قبول اسلام

محمد ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ایک روز سرور دو عالم ﷺ صفا پہاڑی سے گذر رہے تھے۔ اتفاق سے ابوجہل اس طرف آ نکلا اور اس کو سخت سست کہا۔ رحمت عالم ﷺ نے ابوجہل کی خرافات کا کوئی جواب نہ دیا۔ عبداللہ بن جدعان کی باندی یہ سارا واقعہ دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں سیدنا امیر حمزہؓ شکار سے تیر کمان لے کر واپس آئے۔ عبداللہ بن جدعان کی باندی نے حضرت حمزہؓ کو دیکھ کر کہا: اے ابوعمارہ! (یہ حضرت حمزہؓ کی کنیت ہے) کاش! تم اس وقت موجود ہوتے جب ابوجہل تمہارے بھتیجے کو نہایت سخت سست اور نازیبا کلمات کہہ رہا تھا۔ یہ سنتے ہی امیر حمزہ کی حمیت وغیرت جوش میں آ گئی۔ وہیں سے ابوجہل کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ دیکھا کہ ابوجہل حرم میں قریش میں بیٹھا ہوا ہے۔ پہنچتے ہی ابوجہل کے سر میں اس زور سے کمان ماری کہ اس کا سر زخمی ہو گیا اور سر سے خون بہنے لگا اور فرمایا: ''تو محمد ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ جب کہ میں خود اس کے دین پر ہوں۔''

بعض حاضرین مجلس ابوجہل کی حمایت کے لئے کھڑے ہونے لگے تو ابوجہل نے انہیں روک دیا اور کہا کہ آج میں نے اس کے بھتیجے کو بہت سخت سست کہا ہے۔ حمزہ کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ بعض حاضرین مجلس نے امیر حمزہ کو مخاطب ہو کر کہا کہ اے حمزہ! تم بھی صابی ہو گئے۔ سیدنا امیر حمزہؓ نے فرمایا: مجھ پر رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور حقانیت خوب منکشف ہو گئی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو فرماتے ہیں وہ سراسر حق ہے۔ میں کبھی بھی اس سے باز نہ آؤں گا۔ تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر لو۔

سیدنا امیر حمزہؓ یہ کہہ کر گھر واپس آئے۔ شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اے حمزہ: تم قریش کے سردار ہو۔ تم نے اس صابی کی کیسے اتباع کر لی اور اپنے آباؤ اجداد کا دین کیوں چھوڑ دیا۔ اس سے مر جانا بہتر ہے۔ جس سے حمزہؓ کچھ تردد اور اشتباہ میں پڑ گئے اور فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی: ''اللھم ان کان ھذا ھو رشدًا فاجعل تصدیقہ فی قلبی والا فاجعل لی مما وقعت فیہ مخرجا'' اے اللہ! اگر یہ ہدایت ہے تو اس کی تصدیق میرے دل میں ڈال دے۔ ورنہ اس سے نکلنے کی صورت پیدا فرما۔ (السیرۃ النبویہ لابن اسحاق ص۲۱۳)

فرماتے ہیں کہ پوری رات اس بے چینی اور اضطراب میں گذری۔ ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھ نہ لگی۔ جب کسی طرح یہ اضطراب اور بے چینی رفع نہ ہوئی تو حرم میں حاضر ہوا اور نہایت تضرع اور عاجزی سے دعا مانگی: اے اللہ! اگر یہ حق و سچ ہے تو میرا سینہ حق کے لئے کھول دے اور اس شک و تردد کو دور فرما۔ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ تمام خیالات باطلہ دور ہو گئے اور دل اذعان و یقین سے بھر گیا۔ صبح ہوتے ہی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کیا۔ آپ نے میری استقامت کی دعا فرماتے ہوئے وعظ و نصیحت فرمائی۔ خوف خدا اور جنت کی

بشارت دی۔ حضور ﷺ کے وعظ ونصیحت سے متاثر ہو کر میں نے کہا:’’انک صادق شهادة الصدق العارف‘‘میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں۔تصدیق کرنے والے اور سچا بننے والے کی سی گواہی۔

نیز فرمایا: اے بھتیجے! آپ اپنے دین کو علی الاعلان ظاہر فرمایئے۔ اللہ کی قسم مجھے دنیا ومافیہا کی دولتیں ملیں۔ پھر بھی آپ کے دین کو چھوڑ کر آباؤ اجداد کے دین کو اختیار نہ کروں گا اور درج ذیل اشعار کہے۔

’’حمدت الله حين هدىٰ فوادی...... الیٰ الاسلام ودین الحنیف‘‘

میں نے اللہ کی حمد وثناء کی۔ جب کہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف قبول کرنے کی توفیق دی۔

’’لدینٍ جاء من رب عزیز...... خبیر بالعباد بهم لطیف‘‘

اس دین کی توفیق دی جو ایسے پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔ جو بندوں کے حال سے باخبر اور مہربان ہے۔

’’اذا تلیت رسائله علینا...... تحدّ رفع ذی اللب الحیف‘‘

جب اس کا پیغام ہم پڑھتے جاتے ہیں تو کامل العقل انسان کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

’’رسائل جاء احمد من هداها...... بآیات مبینة الحروف‘‘

وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام احمد مجتبیٰ ﷺ لوگوں کی ہدایت کے لئے لے کر آتے ہیں جو صاف اور واضح آیات ہیں۔

’’احمد مجتبیٰ فینا مطاع...... فلا تغشوه باالقول العنیف‘‘

احمد مجتبیٰ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہم میں واجب الاطاعت ہیں جو حق وہ لے کر آئے اسے سخت کلامی سے نہ چھپاؤ۔

’’فلا والله نسلمهٗ لقومٍ...... ولما نقض فیهم باالسیوف‘‘

اللہ کی قسم! جب تک ہم تلوار سے فیصلہ نہ کرلیں۔ اس وقت تک محمد ﷺ کو ہرگز لوگوں کے سپرد نہ کریں گے۔

سیدنا امیر حمزہؓ کے اسلام قبول کرنے سے قریش سمجھ گئے کہ آپ کو ایذا اور تکلیف دینا آسان نہیں رہا۔

عتیبہ کو گستاخی رسول کی سزا

قبل از اسلام سرور دوعالم ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں کی نسبت ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر رکھی تھی۔ اعلان توحید کے بعد ابولہب اور اس کا سارا گھرانہ سرور دوعالم ﷺ کے دشمنی اور گستاخی پر اتر آیا۔ ایک دن عتیبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی شان اقدس کی گستاخی شروع کر دی۔ آپ کے انتہائی متحمل مزاج ہونے کے باوجود جب عتیبہ کا سب وشتم حد سے بڑھا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ بددعائیہ جملہ نکلا۔

’’اللهم سلط علیه کلبا من کلابک‘‘ اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں ایک کتا مسلط فرما۔

مورخین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عتیبہ ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام کی طرف گیا۔ راستے میں الزرقا نامی جگہ پر قافلہ نے پڑاؤ کیا۔ عتیبہ کو جنگل کی اس وحشت ناک فضا میں رسول اللہ ﷺ کی بددعا یاد آئی اور خوف سے کانپنے لگا۔ چنانچہ اس خوفناک فضا میں وہ اونٹوں اور قافلہ کے حصار میں بڑی حفاظت کے ساتھ سلایا گیا۔ مگر اس تدبیر پر تقدیر غالب آئی تو اچانک ایک شیر آنکلا تو قافلہ والے ڈر گئے اور عتیبہ کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے

اور بدحواس ہو کر چیخنے لگا: واللہ یہ شیر مجھے کھا جائے گا۔ ہر چند کہ آپ مکہ میں ہیں اور میں شام میں ہوں۔ مگر یہ شیر مجھے نہیں بخشے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ شیر اس قافلے کو پھلانگتے ہوئے سیدھا عتیبہ کی طرف لپکا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ص۳۳۹،ج۲)

پانچ قریشی گستاخ سرداروں کا انجام

اسود بن زمعہ، اسود بن عبدیغوث، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور حارث بن عیتین بن طلاطلہ۔ یہ پانچوں سردار رحمت عالم ﷺ کی اہانت کرتے تھے۔ ایک دن جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے ان کی شکایت کی اور آپ ﷺ نے پانچوں سردار جبریل علیہ السلام کو دکھلائے۔ حضرت جبریل نے ولید بن مغیرہ کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے حارث بن عیتین دکھلایا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے عاص بن وائل دکھلایا تو اس کی ایڑی کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اسود بن مطلب دکھلایا تو جبریل علیہ السلام نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اسود بن عبدیغوث دکھلایا تو اس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ میں آپ کی طرف سے ان کے لئے کافی ہوں۔ چنانچہ ان کا انجام اس طرح ہوا کہ وہ انہی اعضاء جسم کی خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہو کر جہنم رسید ہوئے۔

ولید بن مغیرہ کے پاؤں میں بھالا لگا اور اس کی رگ کٹ گئی اور مر گیا۔ حارث کے پیٹ میں پانی بھر گیا۔ حتیٰ کہ منہ سے گندگی نکلنے لگی اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔ عاص کے پاؤں میں کانٹا نما کوئی چیز لگی۔ زخم پھیل گیا وہ اسی حالت میں مر گیا۔ اسود بن عبدالمطلب ایک درخت کے نیچے لیٹا ہوا تھا اور چیخنے لگا۔ مجھے بچاؤ میری آنکھ میں کانٹا لگ گیا ہے۔ اسی تکلیف میں اندھا ہو گیا۔ اسود بن عبدیغوث کے سر میں پھوڑا نکلا اور وہ اسی زخم کی اذیت سے جہنم رسید ہوا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ص۳۱۶ تا ۳۱۸، ملخصاً جلد دوم)

احتجاجی ریلی

نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے پر فرانس کے خلاف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چمن کے زیر اہتمام ۱۸ر جنوری کو ایک احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ ریلی میں عالمی مجلس کے ضلعی امیر صاحبزادہ قاری جنید احمد فردوسی، ناظم تبلیغ مفتی جمال الدین، مولانا قاری شیر زمان، مولانا ثناء اللہ، حافظ عبدالرشید، اہل سنت والجماعت کے ضلعی صدر عبدالخالق سنی جماعت اسلامی صوبائی ڈپٹی جنرل سیکرٹری قاری عطاء اللہ انجمن تاجران کے صدر حبیب اللہ خان، سماجی وقبائلی رہنما حاجی مجاہد خان سمیت سینکڑوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ ریلی کے شرکاء سے مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی عزت عظمت اور ناموس پر اپنی جان، مال اور اولاد سب کچھ قربان کر سکتے ہیں۔ مگر نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں ذرہ برابر گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ ہم حکومت پاکستان اور دیگر مسلم ممالک سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ فرانس کے ساتھ تعلقات ختم کر دیں اور ان کے سفیر کو اپنے ملک میں نہ چھوڑے اور تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ فرانس کے مصنوعات سے مکمل بائیکاٹ کرے۔

مسلمانوں کے تنزل کا سبب

جناب محمد طیب

آج مسلمانانِ عالم جن مصائب سے دوچار ہیں ان مصائب اور حالات کے بارے میں ہم نے کبھی غور فکر نہیں کیا کہ مسلمانوں کی پستی، ذلت اور سیاسی ومعاشی کمزوری کے اسباب کیا ہیں۔ بلکہ ہم نے ہمیشہ غیروں کے تذکرے کئے۔ ان کی تہذیب وتمدن کے گیت گائے اور اپنی حالت یہ ہے کہ اپنی تہذیب وتمدن سے تمسخر کرنا، قدامت پرستی، دقیانوسی کے القابات سے اپنے نظریہ ودستور کو یاد کرنا ہمارا روزمرہ کا معمول بن چکا ہے اور سیاسی طور پر ہم کبھی عرب کی سرزمین میں یہود سے پٹ رہے ہیں اور کبھی خطۂ برصغیر میں ہنود ہمیں نیچا دکھا رہے ہیں۔ ہر جگہ ہم آپس میں دست وگریباں ہیں۔

آیئے! ان دگرگوں حالات کا جائزہ لیں کہ ہم کیسے ان سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

دیکھئے حضرات! ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک صورت اور حقیت اپنے ہر اعتبار سے صورت کے مقابلہ میں قوی ہوتی ہے۔ اقوام عالم میں جہاں کہیں بھی ان کا ٹکراؤ اور مقابلہ ہوا تو اکثر وبیشتر حقیقت غالب آئی ہے اور صورت نے شکست کھائی ہے۔ نیز یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ایک ادنیٰ وکمزور حقیقت ایک قوی ہیکل صورت کو اپنے ناتواں ہاتھوں سے گرا دیتی ہے۔ مثلاً ایک کمزور سا بچہ! اگر اس کے سامنے ایک بڑی سے بڑی صورت رکھ دی جائے تو اپنے ننھے سے ہاتھوں سے اسے گرا دے گا۔ تو بعینہ ایمان اور کفر بھی ایک حقیقت وصورت رکھتے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک اپنی حقیقت ترک کر بیٹھے تو لازماً وہ مغلوب ہوگی اور وہی چیز غالب آئے گی۔ جو اپنے وجود میں ایک حقیقت رکھتی ہو اور جس کا وجود محض رسم وصورت کے لبادے اوڑھے بیٹھا ہو، وہ قطعاً غالب نہیں آسکتی۔

قرآن اوّل کے مسلمانوں کے معرکوں اور مقابلوں میں آپ دیکھیں گے کہ مسلمان باوجود ظاہری اسباب کی کمی کے کفر پر غالب آتے رہے ہیں۔ دراصل بات یہ تھی کہ ان کا ایمان قوت وطاقت کے اعتبار سے اعلیٰ قسم کی حقیقت رکھتا تھا۔ پھر جو کفر بھی مقابلہ میں آتا، پاش پاش ہو جاتا تھا۔ لیکن آج کے مسلمانوں کے ایمانوں کی صورت ونمائش تو دکھائی دے گی۔ مگر حقیقت کا وجود غائب ہوگا۔ نیز اس کے علاوہ ہم اپنی سیرت وکردار سے بھی واضح کر رہے ہیں کہ ہمارا ایمان محض ایک رسم ونمائش ہے۔ حقیقت سے اسے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ آپ ایک ادنیٰ گنہگار مسلمان سے لے کر شیوخ وقت تک نظر دوڑائیں تو آپ اندازہ کر سکیں گے کہ حقیقت کا تعلق کہاں تک ہے۔ الا ماشاء اللہ! آج اگر ہماری تجارتی زندگی کو پرکھا جائے تو بددیانتی، دھوکہ بازی، وعدہ خلافی ہمارے ایمانوں کی حقیقتوں کا منہ چڑا رہی ہیں۔ پھر جب بھی غیرمسلموں سے معاملات کی نوبت آئے تو معاملات میں ہم اتنے گھٹیا قسم کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ روح ایمانی کانپ کر بزبانِ حال کہتی ہے۔

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اگر سیاسی و معاشی حالات کا جائزہ لیا جائے تو آج کی یہ سیاست جھوٹ، فریب، دھونس اور دھاندلی کا کاروبار ہے۔ آج کی ہماری سیاست دانوں کی سیاست کو ہم اسلام تو کیا انسانیت کے موافق کہہ سکتے ہیں؟ کیا ان حالات کے ہوتے ہوئے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ہم اپنے ایمان کی قوت سے کفر کو شکست دے سکیں گے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

کیونکہ ہم اپنے ایمانوں پر نمائش اور صورت کے خول چڑھائے بیٹھے ہیں۔ اب اگر ان نمائش اور کھوکھلے ایمانوں کا مقابلہ کفر کی ایک کمزور حقیقت سے بھی ہو۔ تب بھی ہم کفر کو شکست نہیں دے سکتے۔ اس لئے کہ ہم ایمان کے ان لوازمات کو ترک کئے بیٹھے ہیں۔ جن سے ایمان کے اندر حقیقت کا ظہور ہوتا ہے۔ آیئے ان لوازمات کو تلاش کریں جو ایمان کو حقیقت کو جلا بخشتے ہیں۔

حضرات! جو چیز جتنی سخت مشکلات و صعوبات برداشت کرتے ہوئے اپنے آزمائشی و امتحانی مراحل طے کر پاتی ہو، وہ لازماً اپنی حقیقت کو پالیتی ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کے ایمان انتہائی مشکل آزمائشوں سے ہوکر گزرے تھے۔ پھر حقیقت کا حال یہ تھا کہ حضرت صہیبؓ، حضرت خبابؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ بن یاسر کے ایمانوں کو نہ تو کسی کا خوف و ظلم متزلزل کر سکا اور نہ ہی مشرکین مکہ کے سرمایہ داروں کا سرمایہ ان کے پائے استقلال کو لرزا سکا۔ پھر اس حقیقت کا مظاہرہ دنیائے عالم نے دیکھا کہ قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج ان عرب کے بدوؤں کے پاؤں تلے روندے جا رہے تھے۔ یہی وہ روح تھی جو ان کے ایمانوں کو حقیقت کی طرف لے گئی۔ اس کے مقابلے میں ہم اپنے ایمانوں کی طرف دیکھیں۔ کیا ہم مشکلات و صعوبات میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ کیا یہ بات درست نہیں کہ ہم ٹکے ٹکے پر ایمانوں کا سودا کر بیٹھتے ہیں؟ اگر دیکھا جائے تو آج ایمانوں کی سوداگری کا کاروبار چل رہا ہے۔ خواہ خانقاہ کے حلقہ جات ہوں یا بازاروں کے ہنگامے، گھروں کی آباد دنیا ہو، یا دشتوں کی ویرانی ہر جگہ ایمان کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ ہم نے کبھی اپنے ایمانوں کو آزمائش و امتحان کے مراحل طے کرانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ آزمائش آتے ہی اپنے ایمانوں کو بوجھ سمجھ کر اتار بیٹھتے ہیں۔ آزمائشوں اور ابتلاؤں کے سامنے گھٹنے ٹیکنا ہماری پہچان بن چکا ہے۔

تعزیتی اجلاس وقرآن خوانی

۳ر فروری بروز منگل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چارسدہ کے زیراہتمام امیر مرکزیہ حضرت علامہ عبدالمجید لدھیانویؒ کی یاد میں ایک تعزیتی اجتماع کا انعقاد ہوا۔ جس میں مولانا عبدالروف شاکر، مولانا احمد مجتبیٰ، حاجی کلیم اللہ، حاجی حمید اور مقامی کارکنوں کی ایک کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اجلاس میں حضرت الامیر کی رحلت کو عالم اسلام کا عظیم سانحہ قرار دیا گیا۔ حاضرین نے حضرت کے ایصال ثواب کے ل ئے قرآن خوانی کا اہتمام کیا اور یہ شوق و جذبہ ظاہر کیا کہ حضرت الامیر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ختم نبوت کا پیغام گھر گھر پہنچائیں۔ اجتماع کی اختتامی دعا مولانا عبدالروف شاکر نے فرمائی۔

درسِ ختم نبوت ...... مناظر اسلام حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

قسط نمبر:1

ضبط وترتیب: مولانا غلام رسول دین پوری

''الحمدللّٰہ وکفیٰ، وسلام علیٰ عبادہ اللذین اصطفیٰ، وعلیٰ الہ واصحابہ اللذین ھم خلاصۃ العرب العرباء وخیر الخلائق بعد الانبیاء. اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین وکان اللّٰہ بکل شیٔ علیما'' قال النبیﷺ: انہ سیکون فی امتی ثلٰثون کذابون، وفی روایۃ: دجالون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی. وقال النبیﷺ: انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء. اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام. اللھم صل علیٰ محمد عبدک ورسولک، وصل کذالک علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین، وعلیٰ الملائکۃ المقربین وعلیٰ عبادہ اللّٰہ الصالحین. اجمعین الیٰ یوم الدین''

میرے انتہائی واجب الاحترام بزرگو، دوستو اور بھائیو! آج کی مجلس میں مسئلہ ختم نبوت کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں چند باتیں آپ دوستوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ پہلے تو یہ یاد رکھیں کہ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں جس کی ابتداء ہو، اور انتہاء نہ ہو۔ جو بھی کام شروع کیا جائے گا وہ ایک نہ ایک دن اختتام پذیر ہوگا۔ ابتداء وانتہاء کی قید سے صرف اور صرف اللہ کی ذات پاک ہے۔ باقی ہر چیز کی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی۔ آپ حضرات قرآن پاک کی تلاوت کریں تو ''الحمد'' اس کی ابتداء ہے اور ''والناس'' اس کی انتہاء۔ جب آپ نماز پڑھیں تو تکبیر تحریمہ اس کی ابتداء ہے اور جب ''سلام'' پھیریں تو یہ اس کی انتہاء۔ جب یہ طے ہے کہ جس چیز کی ابتداء ہوگی تو اس کی انتہاء بھی ہوگی۔ تو پھر ہمیں آج کی مجلس میں سوچنا چاہئے کہ آیا اللہ رب العزت نے کہیں سے نبوت کی ابتداء کی ہے؟ اگر اتنی بات ثابت ہو جائے کہ اللہ نے کہیں سے نبوت کی ابتداء کی ہے تو پھر عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ کہیں کسی کی ذات پر اس کی انتہاء بھی ہونی چاہئے۔

میرے بھائی ہم دیکھتے ہیں کہ:

۱...... اس وقت دنیا میں تین آسمانی مذاہب چل رہے ہیں۔ (۱) یہودیت۔ (۲) مسیحیت۔ (۳) اسلام۔ ان تینوں مذاہب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کی ابتداء سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے کی تھی۔ جب اتنی بات متعین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے کی تو اب عقل کا تقاضا یہ ہے کہ کہیں کسی کی ذات پر نبوت کی انتہاء بھی ہونی چاہئے۔ (ایک بات تو یہ ہے)

۲...... دوسری بات یہ عرض کرتا ہوں کہ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ ان کی تشریف آوری پر قرآن پاک نے ایک اعلان کیا۔ ان کی تشریف آوری پر جو اعلان ہوا تھا اس کا قرآن مجید نے تذکرہ کیا۔

ہمارے ہاں تفسیر کی کتابوں میں ایک مستقل بحث ہے۔ مستقل ایک موضوع ہے۔ جسے ’’حکایت حال ماضیہ‘‘ (یعنی گزشتہ احوال وواقعات کو بیان کرنا) کہتے ہیں۔ یعنی جب قرآن پاک نے ماضی (زمانہ گزشتہ) کی باتیں بیان کیں تو چلتے چلتے ایک بات یہ بھی بیان کی کہ حضرت آدم علیہ السلام جب تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ایک اعلان کیا تھا۔ جس کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے۔ وہ یہ کہ ’’یٰبنی آدم امّا یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیٰتی فمن اتقٰی واصلح فلاخوف علیہم ولاھم یحزنون (اعراف:۳۵)‘‘ ﴿اے آدم کی اولاد اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے کہ سنائیں تم کو میری آیتیں تو جو کوئی ڈرے اور نیکی اختیار کرے تو نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔﴾

دیکھئے! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یوں خطاب فرمایا کہ اے بنی آدم میری طرف سے تمہارے پاس بہت سارے رسول آئیں گے۔ کوئی قید بیان نہیں کی، کوئی حد مقرر نہیں کی، کوئی تعیین نہیں کی کہ اتنے بلکہ ’’رسل‘‘ جمع کا صیغہ لا کر فرمایا۔ ’’بہت سارے رسول آئیں گے۔‘‘ ہم دیکھتے ہیں جلیل القدر انبیاء اور رسولوں میں سے ایک ہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام جنہیں آدم ثانی کہا جاتا ہے اور ایک ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جنہیں جدالانبیاء بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی آمد پر جو اعلان ہوا تھا اس کا قرآن پاک نے ذکر کیا اور یوں کہا: ’’ولقد ارسلنا نوحا وابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتٰب (حدید:۲۶)‘‘ ﴿اور ہم نے بھیجا نوح اور ابراہیم کو اور ہم نے ٹھہرا دی ان دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب۔﴾ پھر اس کے بعد فرمایا: ’’ثم قفینا علیٰ اٰثارھم برسلنا (حدید:۲۷)‘‘ ﴿پھر پیچھے بھیجے ان کے قدموں پر اپنے رسول۔﴾

معلوم ہوا ابھی حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام پر باب نبوت بند نہیں کیا گیا۔ بلکہ بہت سارے انبیاء کے بھیجنے کا ذکر کیا گیا۔ آگے چل کر ایک اور جلیل القدر پیغمبر اور رسول آتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ جب ان کا زمانہ آتا ہے تو ان کی آمد کے موقعہ پر جو اعلان ہوا تھا قرآن مجید اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ’’ولقد اٰتینا موسیٰ الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل (بقرہ:۸۷)‘‘ ﴿کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان کے پیچھے پے در پے (لگاتار) پیہم درپیہم، یکے بعد دیگرے ہم نے رسول بھیجے۔﴾ گویا ان کے بعد بھی رسولوں کے بھیجنے کا سلسلہ جاری رہا۔

اب دوستو! ان آیات کی روشنی میں اتنی بات متعین ہوگئی کہ حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے تو اللہ نے فرمایا: ’’ان کے بعد بہت سارے رسول تشریف لائیں گے۔‘‘ سیدنا حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے تو قرآن کہتا ہے کہ رب نے اعلان فرمایا کہ: ’’ان کے بعد بہت سے رسول تشریف لائیں گے۔‘‘ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو اعلان ہوا کہ ان کے بعد بہت سارے رسول تشریف لائیں گے۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو بھی اعلان ہوا کہ ان کے بعد بہت سارے رسول تشریف لائیں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد پھر ایک اور صاحب کتاب نبی کا دور آتا ہے اور وہ دور ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا۔ قرآن مجید ان کے دور کا ذکر کر کے کہتا ہے کہ جس طرح ہر نبی کے زمانے میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ ان کے بعد بہت

سارے رسول آئیں گے۔ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی ایک اعلان کیا۔ اس کا بھی قرآن پاک میں تذکرہ ہے۔ لیکن جب عیسیٰ علیہ السلام کے اعلان پر قرآن مجید پہنچتا ہے تو قرآن مجید کا انداز بیان بھی بدل جاتا ہے۔ اسلوب اعلان بھی بدل جاتا ہے۔ یہاں پر اعلان ہوا۔ وہی رب جس نے تمام نبیوں کی زبانی اعلان کرایا تھا کہ: ’’اب میرے بعد بہت سارے رسول آئیں گے۔‘‘ وہی رب قرآن میں فرماتا ہے: ’’واذ قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (صف:۶)‘‘ ﴿اور اس وقت کو یاد کیجئے۔ جب کہا مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہ اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں۔ اللہ کا تمہارے پاس، یقین کرنے والا اس تورات پر جو میرے سامنے ہے اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اس کا نام ہے احمد (ﷺ)۔﴾ اس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے آنے والے کا نام لے کر بتایا کہ اب میرے بعد صرف ایک آئے گا۔ فقط ایک اور صرف ایک آئے گا اور ان کے نام کا تعین بھی کردیا کہ: ’’مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد‘‘

میرے واجب الاحترام بھائیو! میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جس وقت وہ (حضرت احمد ﷺ) آئے تو انہوں نے آکر اعلان کیا ’’انا بشارۃ عیسیٰ‘‘ ’’لوگو! میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بن کے آیا ہوں۔ میرا نام ’’محمد‘‘ بھی ہے۔ میرا نام ’’احمد‘‘ بھی ہے۔ (ﷺ)

جب یہ ذات گرامی تشریف لائے تو قرآن نے اعلان کیا۔ ’’ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (احزاب:۴۰)‘‘ قرآن پاک کے اس اسلوب بیان نے اتنی بات متعین کردی کہ حق تعالیٰ نے نبوت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے کی تھی۔ اس کی انتہاء محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس پہ کی۔

میرے بھائیو! یہاں پر ایک اور عرض کرتا ہوں۔ اچھا! یہ میری جتنی بھی لمبی گفتگو ہے ’’افصح العرب افصح الانبیاء‘‘ رحمت عالم ﷺ نے اسے ایک جملہ میں یوں مکمل فرمایا کہ: ’’اول الانبیاء ادم واخرھم محمد (کنزالعمال ج۱۱ ص۴۸۰)‘‘ ﴿لوگو! سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ سب سے آخری نبی میں ہوں۔ حضور ﷺ نے یہ اعلان فرمایا۔﴾

آقائے دوجہاں ﷺ کا فرمان مبارک!

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضور سرورکائنات ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کیا ہے کہ: ’’جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے۔ اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی لذیذ اور جو مومن قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوشبو کچھ نہیں مگر مزہ شیریں ہوتا ہے اور جو منافق قرآن شریف نہیں پڑھتا اس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا اور خوشبو کچھ نہیں اور جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال خوشبودار پھول کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ اور مزہ کڑوا۔‘‘ (رواہ البخاری‘ مسلم‘ نسائی‘ ابن ماجہ)

حضرت عمرؓ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ: ’’حق تعالیٰ شانہٗ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔‘‘ (رواہ مسلم)

عشق کے ہیں نئے انداز

مولانا عبداللہ معتصم

چار کوس کے فاصلے پر میدان کارزار گرم ہے۔ ہندہ اپنے گھر میں بیٹھی ہے۔ مگر کوئی چیز اندر سے اسے بے چین کررہی ہے۔ شاید اسے قریب ترین رشتہ دار مجاہدوں کی یاد ستا رہی ہے۔ اسے یہ شبہ ہورہا ہے کہ کہیں وہ مارے نہ گئے ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان سب کے صحیح سلامت واپس آنے کی دعائیں مانگ رہی ہے۔ کیوں نہ ہو؟ شوہر سے اس کا سہاگ قائم ہے۔ فرزند جگر کا ٹکڑا ہے اور بھائی سب سے بڑی قوت بازو ہے۔ یہ تینوں میدان جنگ میں گئے ہوئے ہیں۔ اگر ان کی یاد ہندہ کو بے چین کئے ہوئی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک قاصد آکر خبر دیتا ہے: ''مائی تیرا سہاگ لٹ گیا۔'' ہندہ نے اس خبر کو اس طرح سنا جیسے کوئی بات ہی نہیں۔ اس نے کہا: ''اچھا! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ زندگی کا کامیاب ترین ثمرہ شہادت کی موت ہے۔'' ذرا دیر بعد ایک شخص نے اطلاع دی: ''نیک بخت! آہ! تیری آنکھوں کا نور اب اس دنیا میں نہیں رہا۔'' اس نیک بخت خاتون نے یہ خبر کچھ ایسے کانوں سے سنی، جیسے کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں۔ زبان سے صرف انا للہ نکلی اور چہرے پر گویا مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی کہ میرے بیٹے کی زندگی کام آئی اور کامیاب رہی۔ ابھی زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ ایک خبر دینے والے نے یہ خبر بھی دی کہ: ''افسوس! تیرا قوت بازو بھائی جنگ میں کام آگیا۔'' ہندہ نے یہ سن کر انا للہ پڑھی اور کہا: ''الحمد للہ! وہ بھی راہ حق میں کام آگیا۔'' اب کوئی اور نہ تھا جس کے متعلق اسے کچھ سننے کا انتظار ہوتا۔ وہ اپنے کاموں میں کچھ اس طرح لگ گئی جیسے کوئی اخبار کی معمولی خبریں پڑھ کر لگ جاتا ہے۔ ان تمام خبروں کو اس نے اس طرح سنا جیسے وہ بڑی کامیابیوں کی خوشخبری سن رہی ہو۔ اتنے میں ایک غلط افواہ اس انصار خاتون کے کانوں میں پہنچی جسے سن کر وہ برداشت نہ کرسکی۔ شاید کسی ایسے شخص کی شہادت کی افواہ تھی جو اسے بہت پیارا تھا۔ بھائی سے، فرزند سے اور شوہر سے بلکہ ساری کائنات سے زیادہ پیارا۔ یہ خبر سن کر وہ بے تاب ہوگئی۔ حجاب اور خانہ نشینی کی ساری زنجیریں توڑ کر باہر نکلی اور بے تابانہ میدان جنگ کی طرف دوڑی۔ پہچاننے والوں نے اسے پہچان لیا۔ سمجھ گئے کہ وہ اپنے مقتولوں کو دیکھنے آئی ہے۔ کسی نے کہا: نیک بخت! یہ ہے بے گور و کفن لاشہ تیرے شوہر کا جس سے تیرا سہاگ قائم تھا۔ ''میں اسے پوچھنے نہیں آئی۔'' ''تو کدھر جارہی ہے؟ تیرا چاہنے والا بھائی خاک و خون کی چادر میں لپٹا ہوا ہے۔'' ''خدا کی قسم اس کی خبر لینے نہیں آئی ہوں۔ یہ بتاؤ میرا گوہر مقصود کہاں اور کس حال میں ہے؟'' وہ بے تابی کے ساتھ مجمع کو پھاڑتی اور صفوں کو چیرتی چلی گئی۔ اس نے دیکھا کہ حاصل کونین ﷺ زخمی ہیں۔ اگرچہ زندہ سلامت بیٹھے ہیں اور انوار اقدس اس کے چہرہ مبارک پر نچھاور ہورہے ہیں۔ دیکھتے ہی اس کی مردہ تمناؤں میں جان آگئی۔ اچھل پڑی، مسکرانے لگی اور اس کے تبسم سے کائنات کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ اس کی زبان سے ایک ایسا جملہ نکلا جو عشق و محبت، اخلاص و ایمان اور بلاغت و فصاحت کی دنیا میں اس طرح نمایاں ہوگیا۔ جس طرح سنگریزوں میں نگینہ نمایاں ہوکر چمکتا ہے۔ وہ کہہ رہی تھی: ''کل مصیبۃ بعدک حلال یا رسول اللہ'' اے میرے محبوب! آپ کو دیکھنے کے بعد اب میرے سارے دکھ دور ہوگئے۔

بچوں کے نام رکھنے کے آداب

جناب ابو محمد

اسلام دین فطرت ہے جو انسانی زندگی کے تمام افعال واعمال اور اقوال واحوال پر محیط ہے۔ انسانی عظمت کا نقیب ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی صالحانہ رہنمائی موجود ہے۔ نومولود بچوں کے اچھے معنی دار نام تجویز کرنے مہمل اور بے معنٰی ناموں سے احتراز کرنے کے سلسلہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی متعدد احادیث شاہد عدل ہیں، چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں: ’’عن ابی الدرداءؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انکم تدعون یوم القیٰمۃ باسمائکم واسماء آبائکم فحسنوا اسمائکم‘‘ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے لہٰذا اچھے نام رکھا کرو۔

’’عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ حق الولد علی الوالد ان یحسن اسمہ و یحسن ادبہ‘‘ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باپ پر بچہ کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے۔

’’عن ابی وھب الجُشمی قال قال رسول اللّٰہ ﷺ تسمّوا باسماء الانبیاء واحب الاسماء الی اللّٰہ عبد اللّٰہ و عبدالرحمٰن واصدقھا حارث وھمام واقبحھا حرب ومُرّ‘‘

(ابوداؤد، مشکوٰۃ)

حضرت ابو وہب جشمی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: انبیاء کے ناموں پر اپنے نام رکھو، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نام عبداللہ وعبدالرحمٰن ہیں اور سب ناموں سے سچے نام حارث وہمام ہیں اور سب سے برے نام حرب اور مُرّہ ہیں۔

’’عن ابی سعیدؓ وابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ‘‘ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو سعیدؓ اور حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو تو اس کا نام اچھا رکھے اور تعلیم وتربیت دے۔ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے اور بالغ ہونے کے بعد شادی نہیں کی اور وہ لڑکا (یا لڑکی) کسی گناہ میں مبتلا ہو گیا تو اس کا گناہ باپ پر بھی ہے۔

رسول کریم ﷺ کی ان پاکیزہ تعلیمات وہدایات سے جس طرح بچوں کو حسن ادب سکھانے اور اچھی

تربیت دینے کا سبق ملتا ہے اس کے ساتھ ہی بچوں کے اچھے نام تجویز کرنے کی اہمیت و نافعیت بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے، نام تجویز کرنے کا مقصد محض تعین اور پہچان نہیں۔ بلکہ مذہب کی شناخت اس سے وابستہ ہے، دین کے لئے علامت اور شعار ہے، فکر و عقیدہ کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لئے احادیث میں اس سلسلہ میں خصوصی ہدایات دی گئیں، اچھے دلکش اور بامعنی ناموں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور ایسے ناموں سے منع کیا گیا ہے جو بھدے اور معنی و مفہوم کے اعتبار سے ناگوار ہوں جن سے شرک کی بو آتی ہو۔ اس وقت مسلم معاشرہ کی صورتحال زبوں تر ہے، جدت پسندی کا دور ہے، لوگ ایسے نئے نئے نام تجویز کرتے ہیں جو بے معنی اور مہمل ہوتے ہیں، بلکہ ایسے نام نکلوانے کی فکر ہوتی ہے، جو محلہ پڑوس اور آس پاس کے گاؤں دیہات اور اہل قرابت میں کسی کا نہ ہو، بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایسے ناموں کے معانی پوچھتے ہیں کہ ’’لـعـنَـا‘‘ جن کا نہ کوئی مادہ ہوتا ہے اور نہ ماخذ اشتقاق، ظاہر ہے کہ ایسے مہمل الفاظ کے معانی لغت میں کیسے مل پائیں گے۔ بعض ناخواندہ لوگوں میں یہ رجحان بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ نام قرآن سے تجویز کرنے کو خیر و برکت کا ذریعہ سمجھتے ہیں قطع نظر اس کے کہ معنی کیسے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب نے اپنی بچی کا نام رکھا۔ ’’لِمَنْ نَشَآءُ‘‘ دوسرے صاحب کے بارے میں پتہ چلا کہ انھوں نے اپنی بیٹی کو ’’وَرِیْشًا‘‘ سے موسوم کیا۔ ایک دیہاتی عورت مشاہدے میں آئی ہے جو ذرا قرآن کریم پڑھنا جانتی تھی۔ اس کے یہاں یکے بعد دیگرے تین بیٹیاں پیدا ہوئیں اس نے اپنے کو خواندہ سمجھتے ہوئے بچیوں کے نام تجویز کرنے کے لئے قرآن کریم سے ’’سورہ کوثر‘‘ کا انتخاب کیا۔ چنانچہ بڑی بچی کا نام ’’کوثر‘‘ رکھا۔ دوسری کا نام ’’وانحر‘‘ تجویز کیا اور تیسری کا نام ’’ابتر‘‘ مقرر کیا۔ کوثر اور وانحر کے معنی تو بحیثیت نام کسی حد تک درست بھی ہیں، لیکن آخری لفظ ابتر کے معنی بہت بدتر کے ہیں جو کسی بھی طرح مناسب نہیں۔ ایسے لوگوں کو بطور اصلاح کچھ کہا جائے تو سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم سے رکھے ہوئے ناموں کو تبدیل کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ حالانکہ قرآن کریم سے نام تجویز کرنے کی بات علی الاطلاق درست نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ قرآن کریم میں ’’حمار‘‘، ’’کلب‘‘، ’’خنزیر‘‘، ’’بقرہ‘‘، ’’فرعون‘‘، ’’ہامان‘‘، ’’قارون‘‘ وغیرہ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ تو ان کے طریق استدلال کے مطابق ان الفاظ کے ذریعہ بھی نام رکھنا صحیح ہونا چاہئے؟

سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اچھا نام تجویز کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اسم کے اثرات مسمّٰی میں منتقل ہونا بھی مسلم ہے۔ پھر عمدہ نام وہ ہے جس میں بندہ کے لئے بندہ ہونا ظاہر ہو۔ اس کے بعد وہ نام جو انبیاء اور پیغمبروں کے ناموں پر ہوں۔ اس کے بعد ان ناموں کی اجازت ہے جس کے معنی میں کوئی برائی اور شر نہ ہو۔ اس وقت جدت پسندی کا ایک مزاج اور ایک رو ہے جس کے اثر سے چیدہ چیدہ افراد ہی محفوظ ہیں۔ قرآن کریم میں ’’منهم من قصصنا علیک‘‘ کے تحت بعض پیغمبروں کے اسماء ذکر کئے گئے ہیں۔ ان میں بھی بعض نام تو امت مسلمہ میں رائج ہیں اور بعض قلیل الاستعمال ہیں مثلاً آدم، ذوالکفل اور نوح۔ اور بعض بالکل متروک ہیں مثلاً ہود، لوط، الیسع۔ حالانکہ ان کے بابرکت ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں، زبان پر ثقیل بھی نہیں، بہت ہلکے پھلکے ہیں۔ بس التفات نہیں۔ ایک عرصہ تک سوچتا رہا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ خیال آیا شاید میرے علم میں نہ ہوں اور فی الواقع

تجویز کیے جاتے ہوں اس لئے کہ عدم علم عدم وقوع کو مستلزم نہیں۔اس لئے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون کی تعمیل میں بعض بزرگوں سے زبانی اور بعض سے تحریری سوال کیا لیکن خاطر خواہ تسلی کسی جگہ سے نہ ہو سکی۔اس لئے میں نے سوچا کہ لوگ نئے نئے نام دریافت کرتے ہیں اور اس قسم کی باقاعدہ کتابیں بھی مرتب ہوتی رہتی ہیں جو مبارک نام اتنے قدیم ہوگئے ہوں۔جن کی طرف سے التفات ہٹ چکا ہو تو انہیں دہرانا شروع کردیا جائے وہی رائج ہو جائیں گے۔بے معنی اور غیر اسلامی ناموں کو بدلنے انبیاء کرام اور صحابہ عظام کے ناموں پر نام تجویز کرنے میں کاتب الحروف نے کئی اکابرؒ کے یہاں عملی نمونہ دیکھا کہ انھوں نے اپنے بہت سے اہل تعلق کے ناموں میں ترمیم فرمائی بعض لوگوں کے ناموں کو تبدیل کیا۔

بہر حال! حضرات اہل علم اور خدام دین پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ مسلم معاشرہ میں جو غیر اسلامی ناموں کا رواج ہوتا جارہا ہے اور دینی وعلمی مزاج ومذاق کے رسالہ سے نام رکھنے کے بجائے ناول اور افسانوں کی کتابوں سے نام رکھنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔اس پر ہر صاحب علم اپنی حیثیت وصلاحیت کے موافق توجہ دے اور اسی پر زور دیا جائے کہ مسلمانوں میں انبیاء کرام، صحابہ عظام اور حضرات تابعین اہل علم وفضل کے ناموں کا سلسلہ بڑھے اور ایک متروک سنت کا احیاء ہو اور احادیث میں جو اچھے دلکش اور بامعنی نام کی حوصلہ افزائی کی گئی اور اس کے متعلق جو خصوصی ہدایات دی گئی ہیں ان پر عمل کرنے کا جذبہ عوام الناس میں بیدار ہو جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ تم قیامت میں اپنے نام اور اپنے باپ کے نام سے پکارے جاؤ گے لہٰذا تم بہتر نام رکھا کرو۔ (ابوداؤد)

ظاہر ہے کہ میدان آخرت میں کوئی برے نام سے پکارا گیا تو اس بھرے مجمع میں بڑی رسوائی اور خفت ہوگی اس لئے وہ دن آنے سے پہلے ہی توجہ دی جائے اور نام کے انتخاب میں معنی ومفہوم کی ضرور رعایت رکھی جائے۔سرکار دو عالم ﷺ اچھا نام سن کر بہت خوش ہوتے اور خوشی سے چہرہ انور دمکنے لگتا تھا اور ناپسند نام سے چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر ہو جاتے، اگرچہ وہ کسی قبیلے، بستی یا شہر کا نام ہی کیوں نہ ہو، اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں رونق افروز ہونے کے بعد اس کا قدیم نام ”یثرب“ تبدیل کردیا اور ”مدینہ“ تجویز فرمایا، حضرت بریدہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب کسی صحابی کو گورنر بنا کر کسی جگہ بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے۔اگر پسندیدہ نام ہوتا تو خوش ہوتے اور ناپسندیدہ نام ہوتا تو ناگواری فرماتے اور اس کا اثر بھی چہرہ سے ظاہر ہو جاتا، ایسے ہی کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس بستی کا نام پوچھتے۔اگر بہتر ہوتا تو خوش ہوتے اور خوشی کی کیفیت چہرۂ انور پر نمایاں ہو جاتی اور اگر اچھا نہ ہوتا تو ناپسندیدگی کا اثر بھی چہرہ سے ہویدا ہو جاتا۔حضرت عمرؓ کی ایک صاحبزادی کا نام عاصیہ بمعنی نافرمان تھا۔آپ ﷺ نے اس کو بدل کر جمیلہ خوبصورت رکھ دیا۔ (مسلم، مشکوٰۃ، ص۴۰۷)

اور بھی اس قسم کی بہت سی مثالیں اور واقعات احادیث میں آئے ہیں جن کی تفصیلات سے اہل علم واقف ہیں اور کتابوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔اس عاجز کا مقصد دیندار اور علماء کے طبقہ کو خصوصاً اور عوام المسلمین کو عموماً اس جانب توجہ دلانا ہے کہ وہ اچھے اور صالح ناموں کا انتخاب کریں، اور وابستہ حضرات کو بھی اس کی تلقین وہدایت فرماتے رہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو اپنی مرضیات کی توفیق بخشے۔آمین!

مطالعہ......کیوں......کیا......اور کیسے؟

مولانا حافظ محمد انس

ایک شہسوار قلم کے لئے مطالعہ اتنا ضروری ہے جتنا انسانی زندگی کی بقاء کے لئے دانا اور پانی کی ضرورت ہے۔ مطالعہ کے بغیر قلم کے میدان میں ایک قدم بھی بڑھانا بہت مشکل ہے۔ علم انسان کا امتیاز ہی نہیں بلکہ اس کی بنیادی ضرورت بھی ہے۔ جس کی تکمیل کا واحد ذریعہ یہی مطالعہ ہے۔ ایک پڑھے لکھے شخص کے لیے معاشرہ کی تعمیر وترقی کا فریضہ بھی اہم ہے۔ اس لیے مطالعہ ہماری سماجی ضرورت بھی ہے۔ اگر انسان اپنے اسکول ومدرسہ کی تعلیم مکمل کر کے اسی پر اکتفا کر کے بیٹھ جائے تو اس کے فکر ونظر کا دائرہ بالکل تنگ ہو کر رہ جائے گا۔ مطالعہ استعداد کی کنجی اور صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا بہترین آلہ ہے۔ یہ مطالعہ ہی کا کرشمہ ہے کہ انسان ہر لحہ اپنی معلومات میں وسعت پیدا کرتا رہتا ہے اور زاویہ فکر ونظر کو وسیع سے وسیع تر کرتا رہتا ہے۔ مطالعہ ایک ایسا دوربین ہے جس کے ذریعے انسان دنیا کے گوشہ گوشہ کو دیکھتا رہتا ہے۔ مطالعہ ایک طیارے کی مانند ہے جس پر سوار ہو کر ایک مطالعہ کرنے والا دنیا کے چپہ چپہ کی سیر کرتا رہتا ہے اور وہاں کی تعلیمی، تہذیبی، سیاسی اور اقتصادی احوال سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔ شورش نے کہا:

''کسی مقرر کا بلا مطالعہ تقریر کرنا ایسا ہی ہے جیسا بہار کے بغیر بسنت منانا، یا گرمی کے موسم میں پتنگ اڑانا۔''

یہ تو ایک مقرر کے سلسلے میں بات تھی۔ لیکن ٹھیک یہی صورت ایک قلم کار کی بھی ہے۔ مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب نے لکھا ہے: ''آج لوگ لکھنے والے زیادہ اور پڑھنے والے کم ہو گئے جس کے نتیجے میں تحریر کی اثر آفرینی ختم ہو گئی۔ اس لیے تحریر کو موثر بنانے کے لیے ضرورت ہے کہ ایک صفحہ کو لکھنے کے لیے سو صفحات کا مطالعہ ہو۔'' پروفیسر عبدالمغنی کہتے ہیں: ''مطالعہ کی غرض علم کا حصول اور راہ عمل کی تلاش ہے۔'' شیشی کے اندر اگر مشک ہو تو کھولنے کے بعد خوشبو ضرور پھیلتی ہے اسی طرح جب ایک قلمکار کا مطالعہ وسیع اور گہرا ہوتا ہے تو اس کی تحریر میں قوت اور اثر ہوتا ہے۔ ورنہ تحریر کمزور، پھسپھسی اور بے جان ہوتی ہے۔ عربی کا ایک مشہور محاورہ ہے: ''زمانے کا بہترین دوست کتاب ہے۔'' اسی کو شورش مرحوم نے اس طرح کہا ہے: ''کتاب سا مخلص دوست کوئی نہیں۔'' اسی طرح ایک مفکر کہتا ہے: ''کتابوں کا مطالعہ انسان کی شخصیت کو ارتقاء کی بلند منزلوں تک پہنچانے کا اہم ذریعہ، حصول علم ومعلومات کا وسیلہ اور عملی تجرباتی سرمایہ کو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرنے اور ذہن وفکر کو روشنی فراہم کرنے کا معروف ذریعہ ہے۔ کتابوں سے جہاں معلومات میں اضافہ اور راہ عمل کی جستجو ہوتی ہے، وہیں اس کا مطالعہ ذوق میں بالیدگی، طبیعت میں نشاط، نگاہوں میں تیزی اور ذہن ودماغ کو تازگی بھی بخشتا ہے۔''

مطالعہ کن کتابوں کا ہو؟

مطالعہ ایسی کتابوں کا ہو جو نگاہوں کو بلند، سخن کو دل نواز اور جاں کو پر سوز بنا دے، اگر مطالعہ فکر کی سلامت روی، علم میں گیرائی اور عزائم میں پختگی کے ساتھ ساتھ فرحت بخش اور بہار آفریں بھی ہو تو اسے صحیح معنوں میں مطالعہ

کہا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کا دور انتہائی ترقی پذیر اور مسابقہ کا دور ہے، ذرائع ابلاغ وترسیل کی بہتات ہے، اور سہولیات کی بھی کمی نہیں ہے۔ ایسے ہی طرح طرح کے اخبارات ورسائل اور کتابوں کی بھی فراوانیاں ہیں۔ اب ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کتابوں کی اس ریل پیل اور جنگل میں کن کا مطالعہ کیا جائے اور کن کو چھوڑا جائے؟ اس کا سیدھا سا جواب بھی ہے کہ یہ ممکن نہیں۔ اس لیے کہ نہ ہر کتاب قابل مطالعہ ہے اور نہ ہی تمام کتابوں کے مطالعہ کرنے کی انسانی زندگی میں گنجائش۔ اس لیے انتہائی چھان پھٹک کر کتابوں کا انتخاب ہونا چاہیے۔ یہ بات بھی انتہائی ضروری ہے کہ کتاب ایمان سوز اور اخلاق سوز نہ ہو۔ اس لیے کہ مطالعہ ہی کے غلط رخ نے عبدالماجد کو ارتداد کے گڑھے میں دھکیل دیا تھا۔ لیکن بعد میں اسی شخص کے مطالعہ کی سمت جب درست ہوئی تو عبدالماجد مولانا عبدالماجد ہوگئے اور مفسر قرآن اس شخص کے نام کا جزولاینفک بن گیا۔ صحت مند مواد اور مستند مصنفین کی کتابوں کے مطالعہ ہی کا کرشمہ کہنا چاہیے کہ امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نومسلم دس بارہ سال ہی کی عمر میں اسلام کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ اس لئے معتبر ومستند مصنفین ہی کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

کتابوں کے انتخاب کے سلسلے میں مولانا یعقوبؒ کے حوالہ سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شاہ ولی اللہ کا ایک مقولہ نقل کرتے ہیں: ''جب کسی کتاب کے مطالعہ کا ارادہ کرو تو پہلے اس کے نام کو دیکھو، اگر نام ہی اصل مضمون کے مناسب نہ ہو تو اس کو چھوڑ دو، پھر تمہید کو دیکھو، اگر وہ کتاب کے مضمون کے مناسب نہیں ہے تو چھوڑ دو، اس کے مطالعہ میں وقت ضائع نہ کرو، جب نام اور تمہید میں مناسبت دیکھ لو تب آگے بڑھو۔'' اس سلسلے میں ایسے اساتذہ کی رہنمائی بھی بڑی کارآمد ہوتی ہے جن پر مطالعہ کرنے والے کو مکمل اعتماد ہو، رہنما ایسا ہونا چاہیے جو بذات خود ہر اعتبار سے ایک پیاسے کی تشنہ لبی کو دور کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہو۔ مفکر اسلام ممتاز عالم دین مولانا علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں: ''مطالعہ وسیع کیجئے! اور اس کے لیے اساتذہ سے، خاص طور پر مربی الاصلاح سے اور ان اساتذہ سے جن سے آپ کا رابطہ ہے، ان سے مشورہ لیجئے۔'' اسی طرح اس پگڈنڈی پر انتہائی سبک روی سے چلنے کی ضرورت ہے۔ مولانا ندویؒ مزید فرماتے ہیں: ''یہ ایک پل صراط ہے اس پر سبک روی اور بہت احتیاط کے ساتھ چلنے کی ضرورت ہے۔'' یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے عظیم شخص کو حضور ﷺ نے توریت جیسی عظیم المرتبت، آسمانی کتاب کے مطالعہ سے منع فرمادیا تھا۔ مطالعہ کے بنیادی مواد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر تابش مظہر صدیقی ندوی کہتے ہیں: ''مطالعہ میں ہدایت نبوی کے مطابق سب سے اچھی چیزیں لے لیں اور بری چیزیں چھوڑ دیں، اس میں انصاف سے کام لیں کہ یہی خیر کا دروازہ ہے۔''

ایسے ہی انسانی زندگی کے محدود ہونے کی وجہ سے تمام موضوعات کا احاطہ مشکل ہے۔ البتہ ہر موضوع سے کچھ نہ کچھ واقفیت ضروری ہے۔ چناں چہ نعیم صدیقی صاحب رقمطراز ہیں: ''بنیادی طور پر قرآن وحدیث اور ان سے متعلق علوم پر جس حد تک ممکن ہو نگاہ ہونی چاہئے، پھر حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرامؓ کے سیر پر نظر ہونی چاہئے۔ ضروری ہے مطالعہ کا سفر کرنے والا ہر شخص کم از کم اپنے ملک اور اپنی قوم، بلکہ اپنی تہذیب کے ادبیات سے واقف ہو۔''

جس طرح کتابوں کے انتخاب کا مرحلہ بڑا نازک ہے اسی طرح مطالعہ میں ترتیب کی رعایت بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس لیے مطالعہ کے معیار کو بتدریج بڑھایا جائے، ایسا نہ ہو کہ نورانی قاعدہ تو پڑھی نہیں اور قرآن شریف ہی پڑھنا شروع کر دیا۔ طریقہ کار مطالعہ ایک خوبصورت گلشن کی مانند ہے، اس میں خوشبو بھی ہے، دل آویزی بھی ہے، اور خاردار شاخیں بھی ہیں۔ ایک طرف جہاں مطالعہ کی اہمیت مسلم اور افادیت قابل ذکر ہے، ساتھ ہی ساتھ اس کے مواد میں انتہائی چاق و چوبندی ناگزیر ہے۔ اسی طرح اس کے طریقہ کار سے بھی واقفیت بہت ہی ضروری ہے۔ اس لیے کہ کسی بھی کام کو اگر اس کے اصول وضابطہ سے کیا جائے تو وہ کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ نفع تو درکنار نقصان ضرور ہاتھ آتا ہے۔ فرض کیجئے! آپ کے پاس وقت بھی ہے، کتابیں بھی اچھی ہیں۔ لیکن ذہن پریشان، آنکھوں میں درد اور روشنی بھی مدہم تو آپ مطالعہ نہیں کر سکتے، اگر اسی صورتحال میں مطالعہ کی کوشش کریں گے تو صحت پر اس کا بہت برا اثر پڑے گا۔ اس لیے صحت کا خیال بھی بہت ضروری ہے، بطور خاص آنکھوں کا خیال۔

یہ بھی قابل ذکر بات ہے کہ اس خیال سے مطالعہ کو ہرگز ترک نہیں کرنا چاہئے کہ یاد نہیں رہتا۔ بلکہ مطالعہ ضرور کرے کہیں نہ کہیں اس کا فائدہ ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ مہندی میں سرخی پتھر پر بار بار گھسنے کے بعد ہی آتی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: ''مطالعہ جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی جلد محفوظ ہوگا اور تیز ہوگا۔ اس لیے کتب بینی کو سست روی یا یاد نہ رہنے کی وجہ سے ترک نہ کرنا چاہئے۔''

مطالعہ کے ساتھ ساتھ حاصل مطالعہ کو ذہن نشین کرنے کی تدبیر بھی ضروری ہے۔ علم و معلومات کی مثال ایک شکار کی سی ہے۔ لہٰذا اسے فوراً قابو میں کرنا چاہیے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''علم ایک شکار کی مانند ہے کتابت کے ذریعے اسے قید کرلو۔''

اس لیے مطالعہ کے دوران قلم کاپی لے کر خاص خاص باتوں کو نوٹ کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ ورنہ بعد میں ایک چیز کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور وہ نہیں ملتی ہے۔ اب یا تو سرے سے بات ہی ذہن سے نکل جاتی ہے یا یاد تو رہتی ہے لیکن حوالہ دماغ سے غائب ہو جاتا ہے، ڈاکٹر عصمت جاوید کا کہنا ہے کہ: ''یاد رکھنے کے قابل بات کو دوران مطالعہ اہم مقامات پر نشان لگانے اور کتاب کی پشت پر سادہ اوراق میں اہم نکات کو نشان زد کر کے محفوظ رکھنی چاہئے۔ میری ذاتی بیاض اور بعض صفحات کے نمبروں کو لکھنے کی عادت ہنوز قائم ہے۔ مطالعہ کے مابعد بعض کتابوں پر ذاتی تاثرات تبصرے بھی اختصار کے ساتھ لکھنے کی عادت ہے۔''

حاصل مطالعہ کیسے ذہن نشین ہو یہ بھی ایک اہم عنصر ہے۔ اس سلسلے میں نعیم صدیقی رقم طراز ہیں: ''میری ذہنی ساخت یوں بنی کہ میں حاصل مطالعہ کو دماغ میں ڈال دیتا اور میرے اندر اس پر غور و بحث کا ایک سلسلہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، کھانا کھاتے جاری رہتا یہاں تک کہ اس کا مثبت یا منفی اثر میرے عالم خیال پر رہ جاتا۔'' معلوم ہوا کہ مطالعہ کے بعد حاصل مطالعہ کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ ورنہ تو بات لا حاصل ہی رہے گی۔ مطالعہ کے دوران جہاں اچھی کتابوں، خوشگوار فضا، مناسب مقام، موزوں روشنی اور وقت کی تنظیم ضروری ہے وہیں صحت کا بھی خاص خیال رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔

اوباما کے دورے، سعودی شاہ کی نماز اور مودی کی چائے

پروفیسر محمد عاصم حفیظ

سعودی عرب کے شاہی محل میں امریکی صدر اوباما کی استقبالیہ تقریب کے دوران عین اس وقت اذان کی آواز سنائی دینے لگی۔ جب وہ شاہ سلمان بن عبدالعزیز اور دیگر اعلیٰ سعودی حکام سے مل رہے تھے۔ آذان کی آواز آتے ہی شاہ سلمان اور وہاں موجود تمام سعودی حکام نماز کے لئے روانہ ہو گئے۔ سعودی شاہ سلمان اس قدر لاپرواہی سے امریکی صدر اور ان کے وفد کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے کہ جیسے ان کو ذرا برابر بھی پرواہ نہ ہو کہ ان کا مہمان کون ہے۔ ٹی وی چینلز پر براہ راست دکھائی جانیوالی ویڈیو میں واضح طور پر یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ اس دوران امریکی صدر اوباما، اہلیہ مشعل اوباما اور چند امریکی اہلکار حیران و پریشان کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ پورے ہال میں صرف اوباما اور امریکی اہلکار ہی موجود تھے جو سعودی میزبانوں کے آنے تک آپس میں گفتگو کرتے اور انتظار کرتے نظر آئے۔ سپر پاور کے صدر کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہونے چلے جانا ایک منفرد واقعہ ہے جس سے سعودی شاہ سلمان کی شخصیت کا ایک منفرد پہلو سامنے آیا ہے۔ امریکی صدر تو بڑی بات، چھوٹے درجے کے عہدیداروں کو بھی دنیا بھر میں دیئے جانیوالے پروٹوکول کے تناظر میں یہ شائد عجیب و غریب واقعہ ہے۔ ہمارے ہاں تو ایسے واقعات کا تذکرہ بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ چشم فلک نے ایسے نظارے بھی دیکھے ہیں کہ جب سپر پاور کے صرف دست راست برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر کی آمد کے موقعے پر فیصل مسجد میں آذان تک نہیں ہونے دی گئی تھی۔ خیر اس کو چھوڑیں۔ امریکی صدر اوباما بھارت کا دورہ مختصر کر کے سعودی عرب کے نئے شاہ سلمان بن عبدالعزیز کو ملنے پہنچے تھے۔ عالمی میڈیا کی جانب سے اس دورے کو دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کے حوالے اہم ترین قرار دیا جا رہا تھا اور تبصرہ نگاروں کا خیال تھا کہ نئے سعودی شاہ امریکی صدر کے ممنون نظر آئیں گے کہ ان سے شاہ عبداللہ کی تعزیت کرنے اور حکمرانی سنبھالنے پر مبارکباد دینے خود اوباما ریاض پہنچ گئے۔ اسی تقریب میں ایک اور صورتحال ایسی بھی سامنے آئی کہ جس نے صدر اوباما کی اہلیہ مشعل کو پریشان کر دیا۔ ہوا کچھ یوں کہ انہوں نے پورا لباس پہننے کا تو اہتمام کر رکھا تھا لیکن سر پر سکارف نہیں لیا۔ سعودی حکام نے اسے ملکی ثقافتی روایات کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے انہیں جان بوجھ کر نظر انداز کیا اور مسز اوباما کے ساتھ ہاتھ تک نہیں ملائے۔ سعودی ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا پر مشعل اوباما کی جانب سے سر نہ ڈھانپنے کو بھی شدید ترین تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ ایک سعودی ٹی وی چینل نے اس تقریب کی ویڈیو دکھاتے ہوئے مشعل اوباما کے چہرے کو دھندلا کر دیا۔ سعودی عرب کے شہریوں کی جانب سے مشعل اوباما کی ایسی تصاویر شیئر کی گئیں جن میں انہیں پوپ جینڈ کیٹ سے ملاقات کے دوران سر ڈھانپے دکھایا گیا۔

امریکی صدر کو شاہ سلمان کی ''یہ حرکت'' کچھ زیادہ ہی عجیب لگی ہوگی کیونکہ امریکیوں کو اس طرح کے سلوک کی امید نہیں ہوتی۔ اور تو اور صدر اوباما بھارت سے سیدھا سعودی عرب پہنچے تھے جہاں کا وزیر اعظم ان کو رام کرنے کے لئے خود چائے تک بناتا رہا۔ مودی امریکی صدر کے استقبال کے لئے تمام تر سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خود

جہاز تک پہنچے اور رسمی مصافحے کی بجائے ’’گلے لگا‘‘ کر دنیا کو حیران کر دیا۔ اوبامہ کی آمد کے موقعے پر پورے بھارت میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ نئی دہلی کے شہریوں کو تو سڑکوں کی بندش اور دیگر مسائل کا سامنا کرنا ہی پڑا، اس کے ساتھ ساتھ شہر کے بندر اور گائے تک زیر عتاب نظر آئیں۔ فضاء کو نو فلائی زون قرار دیا گیا۔ امریکی صدر سے پہلے ان کے سینکڑوں سیکورٹی اہلکار اور سراغ رساں کتے دہلی پہنچے جن کے لئے ایک پورا ہوٹل بک کرایا گیا۔ صدر اوبامہ نے بھارت میں آمد و رفت کے لئے اپنی گاڑی امریکہ سے منگوائی۔ بھارتی وزیر اعظم مودی اس دورے کے دوران خوشی سے اس قدر نڈھال تھے کہ دن میں چھ چھ بار خصوصی طور پر تیار کئے گئے جوڑے بدلتے رہے جن کی مالیت لاکھوں میں تھی۔ وزیر اعظم ہاؤس کے لان میں دونوں سربراہان نے چہل قدمی کے دوران علیحدگی میں بات چیت بھی کی۔ اس پوری ملاقات کے دوران مودی انتہائی باادب کھڑے اوبامہ کی باتیں سنتے دکھائی دیئے۔ صدر اوبامہ بھارتی یوم جمہوریہ کی پریڈ کے دوران کمال بے نیازی سے چیونگم چباتے رہے۔ جسے بھارتی میڈیا پر خوب خوب ڈسکس کیا گیا حتیٰ کہ مسز مشعل اوبامہ کی بوریت کا بھی تذکرہ ہوا جو پوری پریڈ کے دوران ان کے چہرے پر طاری رہی تھی۔ امریکی صدر اوبامہ نے ایٹمی معاہدے، تجارت بڑھانے اور سلامتی کونسل میں مستقل نشست کی حمایت کا اعلان کر کے بھارتیوں کو خوش تو کر دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ کئی نصیحتیں بھی کیں۔ کٹر مذہبی خیالات رکھنے والے بھارتی وزیر اعظم مودی کو مذہبی رواداری کا سبق سکھایا، بڑی طاقت بننے کے نشے کا شکار بھارت کو یہ بھی یاد دلایا کہ بڑا بننے کے لئے پہلے ’’ذمہ دار‘‘ ملک بنو۔ بھارتی امریکی صدر اوبامہ کے اس اعلان پر بھی ناخوش دکھائی دیتے ہیں کہ انہوں نے ’’تاج محل‘‘ دیکھنے کی بجائے دورہ مختصر کر کے سعودی عرب جانے کو ترجیح دی۔

صدر اوبامہ کے دورہ سعودی عرب سے اگر ہم اپنے لئے کوئی سبق حاصل کرنا چاہیں تو وہ یہی ہے کہ دنیا صرف اس کی عزت کرتی ہے اور کوئی مقام دیتی ہے کہ جو اپنے ہاں کردار میں مضبوطی اور اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اوبامہ کے پاکستان نہ آنے کا رونا رونا ایک عجیب سی بات ہے۔ او بھائی جان! جب ہمارے حکمران صرف ایک فون کال پر پوری کی پوری فارن پالیسی تبدیل کرنے پر تیار بیٹھے ہوں تو کون آپ کو قابل عزت مقام دینے پر تیار ہوگا۔ اپنی اہمیت اور قدر خود بنانی پڑتی ہے۔ جس قوم کا صدر امریکہ سے درخواست کرتا ہو کہ اس کی مدد کریں تا کہ وہ اپنی ہی فوج کو لگام دے سکیں تو کیا اس کو انتظار کرنا چاہیے کہ کسی بڑے ملک کا حکمران انہیں عزت دے گا۔ جب حکمرانوں کی کرپشن کے قصے امریکیوں کو ازبر یاد ہوں گے اور انہیں یقین ہوگا کہ کسی نائب وزیر خارجہ کو بھیجنے پر بھی بات مان لی جائے گی بلکہ جو کہا بھی نہ گیا ہو، وہ بھی ماننے کو تیار بیٹھے ہوں گے تو جناب امریکی صدر کو اپنا وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو وہیں جائیں گے جہاں ان کے جانے سے فائدہ ہوگا۔ سعودی شاہ سلمان کے باوقار انداز سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگر آپ کردار میں مضبوط ہوں تو سپر پاور کے ساتھ ایسے بھی ڈیل کیا جا سکتا ہے۔ کاش! ہمارے موجود حکمران اس بات کا پتہ کرائیں کہ وہ کیا وجہ تھی کہ صدر ایوب کے دورہ کے موقعے پر خود امریکی صدر استقبال کے لئے آیا تھا اور نیو یارک کی سڑکوں کے کنارے شہری معزز مہمان پر پھول برسا رہے تھے۔ جی ہاں! شائد ہم تب مانگنے والے نہیں تھے بلکہ محنت سے کما کر کھایا کرتے تھے۔ کاش! ہم اب بھی ایسے ہو جائیں تو ہمیں پھر کسی امریکی صدر کے نہ آنے پر افسردہ نہیں ہونا پڑے گا بلکہ شائد ہمارا کوئی حکمران بھی امریکی صدر کو اکیلا چھوڑ کر کسی ضروری کام سے چلا جائے!!

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا زاہد الراشدی

استاذ العلماء شیخ الحدیث، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کا سانحہ ارتحال پورے ملک کے دینی، علمی اور مسلکی حلقوں کے لئے بے پناہ رنج وغم اور صدمہ کا باعث بنا ہے۔ وہ ملتان میں وفاق المدارس العربیہ کے سیمینار سے خطاب کر چکے تھے کہ بلاوا آ گیا اور وہ اپنے ہزاروں شاگردوں اور لاکھوں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے اور انہیں اپنے استاذ محترم کے ساتھ اس مماثلت کا اعزاز بھی مل گیا ہے کہ علماء کرام کے اجتماع میں مدارس دینیہ کے تحفظ اور دینی اقدار کی سربلندی کی صدا لگاتے ہوئے ان کا انتقال ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں سرکردہ علماء کرام کے اجلاس میں زکوٰۃ کے ایک اختلافی مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے کہ داعی اجل کا بلاوا آ گیا۔ بینکوں سے زکوٰۃ کی کٹوتی پر اکابر علماء کرام میں اس بنیاد پر اختلاف تھا کہ اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالستارؒ، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کا موقف اس مسئلے پر کراچی کے بزرگ علماء سے مختلف تھا اور مولانا مفتی محمودؒ اسی سلسلے میں ایک مشترکہ مجلس میں علمی گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک ان کا انتقال ہو گیا۔ اس اختلاف اور مباحثے کی تفصیل ''خیر الفتاویٰ'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ مفتی صاحبؒ سفر حج کے لئے گھر سے روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے سفر حج کے دوران اکابر علماء کرام کی محفل میں ایک فقہی وعلمی مسئلے پر بحث ومباحثہ کرتے ہوئے ان کی وفات بلاشبہ ان کی علمی ودینی خدمات کی قبولیت کی علامت تھی۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کو اپنے عظیم استاذ کے ساتھ یہ مماثلت حاصل ہوئی کہ علماء کرام کے ہجوم میں دینی مدارس کو درپیش خطرات پر گفتگو کرنے کے بعد وہ ہم سے رخصت ہو گئے۔

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کا شمار ملک کے نامور اساتذہ میں ہوتا تھا اور وہ صرف استاذ نہیں بلکہ ''استاذ گر'' تھے کہ ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے والے سینکڑوں علماء کرام ملک کے طول وعرض میں، بلکہ دنیا کے مختلف ممالک میں دینی علوم کی تدریس وترویج اور اسلام کی دعوت وتبلیغ کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا ان کا مستقل صدقہ جاریہ ہے اور وہ ایک شیخ کامل کے طور پر علماء کرام، طلبہ اور دیگر عقیدتمندوں کی روحانی تربیت میں بھی مصروف رہتے تھے۔ دینی تحریکات میں انہوں نے ہمیشہ سرپرست اور مربی کا کردار ادا کیا۔ تحریک ختم نبوت میں تو وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر کی حیثیت سے قائد کا درجہ رکھتے تھے۔ مگر تحفظ ناموس صحابہؓ اور نفاذ شریعت کی جدوجہد کے کارکن بھی ان کی سرپرستی، دعاؤں اور راہنمائی سے مسلسل فیضیاب

ہوتے رہے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کے وصال کے بعد تحریک ختم نبوت کی قیادت کے لئے ان کا چناؤ ملک بھر کے دینی حلقوں کے اعتماد کا آئینہ دار تھا۔ مسلکی معاملات میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کو سند سمجھتا ہوں اور انہی کے موقف اور تعبیرات کو اختیار کرتا ہوں۔

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی وفات ملک بھر کے اہل دین کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔ مگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے سربراہ اور امیر سے محروم ہوگئی ہے۔ چنانچہ حضرت کی وفات کی خبر ملتے ہی میں نے سب سے پہلے حضرت مولانا اللہ وسایا سے فون پر رابطہ کر کے خبر کی تصدیق کے ساتھ ان سے تعزیت کی۔ پرانی وضع اور طرز کے علماء کرام جو اپنے مزاج اور انداز کار میں اپنے اکابر واسلاف کی یاد تازہ رکھے ہوئے تھے۔ اب کم ہوتے جارہے ہیں اور ماضی قریب میں حضرت مولانا محمد نافع جھنگویؒ اور اب حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی وفات نے اس خلاء بلکہ گھاؤ کو مزید گہرا کر دیا ہے۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، حضرت مولانا قاضی عبدالکریم آف کلاچی، حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور ان جیسے چند بزرگ باقی رہ گئے ہیں جن کا وجود غنیمت ہے اور جن کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت وعافیت کے ساتھ ملک وقوم کو تادیر اپنے فیوض سے مستفید کرتے رہنے کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین!

منگل کے روز صبح جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں طلبہ کے اجتماع میں راقم الحروف نے اپنے تعزیتی جذبات کا اظہار کیا اور حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی علمی ودینی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا۔ اس موقع پر قرآن کریم کے بعض حصوں کی تلاوت کر کے انہیں ایصال ثواب کیا گیا اور ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جوار رحمت میں خصوصی جگہ عطاء فرمائیں اور پسماندگان، تلامذہ اور معتقدین کو صبر وحوصلہ کے ساتھ اس صدمے کو جھیلنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین یارب العالمین!

جماعتی انتخابات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تحصیل چارسدہ کے زیر اہتمام ۵؍فروری بروز جمعرات ایک جلسہ نما اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں تحصیل چارسدہ کے امیر اور نائب امیر کا انتخاب ہوا۔ حضرت مولانا عبدالوہاب درویش (امیر)، حضرت مولانا محمد سعید صاحب (نائب امیر) منتخب ہوگئے۔ تقریب میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع چارسدہ کے امیر مولانا حزب اللہ جان حقانی، حضرت مولانا عبدالرؤف شاکر، مقامی سرگرم کارکن مولانا عبدالواحد، ضلعی ناظم مولانا نجیب الاسلام، مولانا داؤد جان، حاجی عبدالرحمن، حاجی کلیم اللہ کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء، طلباء اور عوام نے شرکت کی۔ حاضرین نے مولانا حزب اللہ جان حقانی اور تحصیل امیر مولانا حزب اللہ کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوش بدوش تحفظ ختم نبوت کے مقدس مشن میں دامے درمے قدمے سخنے شرکت اور تعاون کا اعلان کیا۔

یادیں ان کی رلاتی رہیں گی

مولانا منیر احمد ریحان

دین اسلام کا گھنا بادل قریب قریب ڈیڑھ ہزار سال مسلسل سرزمین ہندوستان پر بارش برسا رہا ہے اور کئی بار ابر نیساں بن کر برسا اور اس کا دامن لعل و گوہر سے بھر گیا اور ۵ جون ۱۹۳۴ء کو اس گھرے بادل سے سرزمین قصبہ سلیم پور تحصیل جگراؤں ضلع لدھیانہ پر ایک قیمتی یاقوت برسایا جس کو قدرت نے ’’عبدالمجید‘‘ کے نام سے موسوم کیا۔ آپ کے والد گرامی حضرت حافظ محمد یوسفؒ متوسط درجہ کے زمیندار تھے۔ گورنمنٹ ہائی سکول سلیم پور سے تعلیمی سفر کا آغاز کیا۔ اسی دوران سلیم پور میں حضرت مدنیؒ کی آمد کی خبر سنی تو زیارت کے لئے بے چین ہو کر سکول سے غیر حاضری کر لی اور جرمانہ ادا کیا۔ مڈل تک پہنچے تھے کہ تقسیم ہند کا واقعہ پیش آیا۔ والدین کے ہمراہ ہجرت کر کے اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے سنہرے خواب سجائے تشریف لائے اور شورکوٹ ضلع جھنگ میں اقامت اختیار کی۔ ۱۹۴۹ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا اور پھر دینی تعلیم کے لئے مدرسہ دارالعلوم ربانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں داخل ہوئے۔ یہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رفیق کشمیریؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیات موجود تھیں۔ انہی کی خاص شفقت کی وجہ سے دینی تعلیم کا شوق آنے والے مصائب پر مسکرانا سیکھا دو سال زیر تعلیم رہنے کے بعد قصبہ روشن والا (فیصل آباد) میں تین سال تعلیم حاصل کی۔

حضرت استاذ جیؒ نے شوال ۱۳۷۴ھ، ۱۹۵۴ء تا رجب المرجب ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء قاسم العلوم ملتان سے دورہ حدیث شریف فرمایا۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان میں اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کے سابق مدرس اور دارالعلوم کبیر والہ کے بانی حضرت مولانا عبدالخالقؒ شیخ الحدیث تھے اور ان کے ساتھ حضرت مولانا مفتی محمودؒ بھی استاذ حدیث تھے اور صحیح مسلم ان کے زیر درس تھی۔ ان حضرات سے آپ نے تفسیر و حدیث، فقہ، ادب وغیرہ تمام علوم میں خوب استفادہ کیا اور مہارت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ۱۳۷۵ھ میں حضرت مولانا عبداللہ رحمہم جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے زیر نگرانی مدرسہ نعمانیہ کمالیہ میں تدریسی سفر کا آغاز کیا۔ پہلا سال مکمل ہوا تو دوسرے سال کی ابتداء میں مادر علمی کے اساتذہ کی طرف سے آپ کو ٹیلی گرام موصول ہوا کہ پہلی ٹرین سے ملتان پہنچو۔ چنانچہ آپ ملتان روانہ ہوئے اساتذہ کا بے حد اعتماد کہ بلا مشورہ ہی آپ کا نام اساتذہ کی فہرست میں لکھ کر اہم اسباق آپ کے نام لکھ دیئے گئے۔ ادھر ایک سال کا نیا مدرس ادھر کہنہ مشق اور تجربہ کار اساتذہ کے اہم اسباق جو آپ کے نام لکھے گئے تھے۔ طلباء میں بے چینی پیدا ہوئی تو عریضہ لے کر حضرت مفتی محمودؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے کہ ایک ناتجربہ کار نوجوان مدرس کو اتنے اہم اسباق دے دیئے گئے؟ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ تم میرے اعتماد پر ایک مرتبہ سبق پڑھ کے دیکھ لو پھر تمہاری درخواست یہ ہوگی کہ ہمارے تمام اسباق اسی ’’ناتجربہ کار‘‘ کے سپرد کر دیئے جائیں۔ تدریس کا یہ سال بخیر و خوبی مکمل

ہوا۔ تعطیلات میں حضرت استاذ جیؒ گاؤں روشن والا میں مقیم تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمدؒ کے چچا حاجی طفیل صاحب بھی وہیں تھے کہ حضرت مولانا عبدالخالقؒ تشریف لے آئے اور قاسم العلوم سے استعفیٰ دینے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے عذر کیا تو فرمایا کہ جب تک استعفیٰ دے کر دارالعلوم کبیروالہ کی تدریس کو قبول نہ کرو گے میں یہیں بیٹھا ہوں۔ آخرکار آپ نے حاجی طفیل صاحب کے مشورہ سے اپنے استاذ محترم کا مطالبہ تسلیم کرلیا۔ حاجی طفیل صاحب نے اپنے ہاتھ سے استعفیٰ لکھا اور آئندہ سال سے آپ دارالعلوم کبیروالہ میں مدرس ہوگئے۔ یہاں آپ نے چودہ سال تک تشنگان علم کی پیاس بجھائی۔ یہاں سے آپ کے درس مشکوٰۃ اور درس ترجمہ وتفسیر کی خوشبو دور دور تک پھیلی اور علمی حلقوں کو معطر کرتی چلی گئی۔ حدیث شریف کی کتاب مشکوٰۃ المصابیح سے آپ کو خاص تعلق تھا۔ چنانچہ آخر دم تک خود سے یہ سبق جدا نہ ہونے دیا۔ آخری دن بھی ملتان تشریف لے جانے سے قبل چند منٹ مشکوٰۃ شریف کا سبق پڑھایا اور خلاف معمول عبارت طالبعلم سے پڑھوانے کی بجائے خود پڑھی۔ طلبہ حیران کہ آج استاذ محترم نے خود ہی عبارت کیوں شروع کردی؟ رب کریم کا اپنی مخلوق سے بڑا ہی عجیب معاملہ ہے۔ اس پسماندہ ترین اور دیہاتی علاقہ کہروڑپکا کو پوری دنیا میں متعارف کروانے کا کیسا عجیب انتظام کیا کہ حضرت استاذ جیؒ کو دارالعلوم کبیروالا سے یہاں لاکر بٹھادیا۔

۱۰ر ستمبر ۱۹۷۲ء یکم شعبان ۱۳۹۲ھ کو جب آپ یہاں آئے تو اس جگہ پر چند ٹوٹے پھوٹے کمروں اور خاردار جھاڑیوں کے سوا کچھ نہ تھا اور آج ۲ر فروری ۲۰۱۵ء کو جب رخصت ہوئے تو علمی فضاؤں سے معطر ایک پورا لہلہاتا ہوا گلستان سوگوار چھوڑ کر جارہے ہیں۔ کسے معلوم تھا کہ ایک چھوٹا سا قصبہ کہروڑپکا استاذ جیؒ کے نام سے جڑ کر پوری دنیا میں گونجے گا اور تاریخ کا ایک روشن باب بن جائے گا۔ ۱۳۷۶ء تا ۱۴۳۶ھ ساٹھ سال تک علمی دنیا کا آفتاب بن کر علوم نبوت کی ضیاء پاشیاں کرتے رہے۔ آپ اپنے شاگردوں میں خاص طور پر اخلاص، تقویٰ، خودداری، جرأت وبہادری، استقامت اور دین پر مرمٹنے کا داعیہ، ہمدردی ومحبت، آپس کا اتفاق اور مل جل کر آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرتے۔ کمزور اور غریب طلباء پر خاص عنایت رہتی۔ ٹوٹے ہوئے دلوں اور مایوسی کا شکار لوگوں کی خوب سرپرستی فرماتے۔

حکمت ودانائی سے بھرے اچھے اشعار آپ کی کمزوری تھے۔ شیخ سعدیؒ کے اشعار آپ کی نوک زباں پر رہا کرتے تھے اور ان کا برمحل استعمال کرنا آپ کے کمال ذوق کا عکاس ہے۔ تکلفات اور تصنع سے کوسوں دور تھے۔ طبیعت میں کمال درجہ کی سادگی تھی۔ کچھ عرصہ قبل تونسہ شریف ایک پروگرام کے لئے تشریف لے گئے۔ بندہ ہمراہ تھا۔ صاحب دعوت نے اے سی والے کمرے میں جا ٹھہرایا۔ جولائی کی گرمی عصر کا وقت لیکن بندہ سے فرمایا کہ باہر دیکھو کوئی کھلی جگہ ہے؟ بندہ نے عرض کی کہ مکان کی پشت کی جانب تھوڑی سے جگہ ہے۔ وہاں چارپائی ڈلوائی اور وہیں تشریف فرما ہوئے۔ صاحب دعوت حیران ہوئے کہ کیا ماجرا ہے فرمایا ''بھائی پریشانی کی کوئی بات نہیں مجھے اے سی سے زیادہ کھلی ہوا والی جگہ پسند ہے۔ میں سخت گرمی میں درس گاہ میں پنکھا بند کروا کے سبق پڑھانے کا عادی

ہوں۔ رات میں کھلی جگہ چارپائی ڈلوا کر خالی چارپائی پر سوتا ہوں۔ میری ان باتوں سے لوگ حیران ہوتے ہیں۔ لیکن کیا کروں کہ میرا مزاج ہی ایسا ہے۔''

حضرتؒ کی نسبی اولاد نہ تھی۔ فرمایا کرتے کہ: ''ابتداء میں کئی رشتہ داروں نے دوسری شادی کے لئے بہت زور لگایا لیکن میں نے ہمیشہ سختی سے انکار کیا اور ان کو جواب دیا کہ اگر اللہ نے اولاد دینی ہے تو اسی سے دے سکتا ہے۔'' آپ کی اہلیہ مرحومہ (جن کو حلقہ احباب خالہ جی کہا کرتا تھا جن کا ابھی چار سال قبل انتقال ہوا) پریشان رہتیں کہ جب ہم دنیا سے رخصت ہوں گے تو کیا معلوم ہم پر کوئی اشک بہانے والا ہوگا کہ نہیں؟ ایک مرتبہ محلّہ میں کسی بے اولاد خاتون کا انتقال ہوا۔ خالہ جیؒ نے کسی سے کہا کہ دیکھ کر آؤ کہ اس پر کوئی اشک بہانے والا ہے کہ نہیں؟ جتانے والے کے نفی میں جواب دینے پر خالہ جیؒ پریشان ہوگئیں۔ استاذ جیؒ جب گھر تشریف لائے تو پریشانی کی وجہ معلوم کرنے کے بعد فرمایا کہ: ''اللہ کی بندی! اس کی اور ہماری نسبت کا بہت فرق ہے۔ تم دیکھ لینا تیرے اور میرے اوپر اشک بہانے والے اتنے ہوں گے کہ شمار میں نہ آئیں گے۔''

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید! کا مصداق کہ استاذ جیؒ جیسے حضرات بزم ہستی میں آتے ہیں تو اکیلے ہوتے ہیں اور جب رخصت ہوتے ہیں تو ہر آنکھ کو اشکبار کر جاتے ہیں۔

آج آپ کے روحانی بیٹے اور بیٹیاں کس قدر بے چین ہیں اور تڑپ رہے ہیں اور جامعہ باب العلوم کے درودیوار سے غموں کی صدائیں کیا پیغام دے رہی ہیں۔ جنازے اور تدفین کے مناظر سے یہ سب عیاں ہے۔

صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کا سب سے محبت کا ایسا معاملہ ہوتا تھا کہ ہر ایک یہ خیال کرتا کہ یہ خاص تعلق صرف میرے ساتھ ہے۔ بعینہ اسی طرح حضرت استاذ جیؒ کا اپنے رفقاء، روحانی بیٹے اور بیٹیوں کے ساتھ شفقت اور پیار کا معاملہ تھا۔ افراد ہوں یا ادارے، جماعتیں ہوں یا انجمنیں، سب آپ کو اپنا ''خاص'' سمجھتے تھے۔ جس کی گواہی جنازے کے موقع پر لاکھوں کا اجتماع دے رہا تھا۔ آپ اکیلے تھے لیکن تمام اداروں اور تحریکوں میں اپنا حصہ ڈال کر سب کو گرویدہ کر گئے۔

ارباب چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے ہر شاخ پہ اپنا ہی نشاں چھوڑ دیا ہے

ضروری اعلان

شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ کے خطبات زیر ترتیب ہیں۔ جن احباب کے پاس حضرت مولانا کی تقاریر کیسٹوں، سی ڈیز یا جس صورت میں بھی موجود ہوں جلد از جلد ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ اجرکم علیٰ اللہ تعالیٰ!

برائے رابطہ:

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون 0301-7500173

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، لاہور فون 0300-7927032

اٹھا سائبان شفقت...... بڑی تیز دھوپ دیکھی

حافظ محمد انس

شروع اس ذات کے نام سے کہ بقاء صرف اسی ذات کو حاصل ہے۔ اس کے علاوہ نہ کچھ تھا نہ کچھ ہے، نہ رہے گا۔ رہے گا باقی نام صرف اسی کا۔ عظمتیں، رفعتیں صرف اسی کے لئے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کسی کو عظمت ملی ہے تو چند روزہ ہے۔ یہ عظمت فنا پانے والی ہے۔ صرف اور صرف باقی ذات اسی کی ہے۔ جس نے تمام کائنات کو وجود بخشا اور اسی کے حکم سے نظام کائنات چل رہا ہے۔ پھر ایک نہ اک دن یہ نظام کائنات لپیٹ دیا جائے گا۔

کئی دنوں سے مسلسل کوشش میں تھا کہ حضرت استاذ جی مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ پر کچھ نہ کچھ تحریر کروں۔ لیکن جب بھی قلم پکڑتا ہوش وحواس ساتھ چھوڑ جاتے تھے۔ غم کا ایک سمندر آنسوؤں کی شکل میں جاری ہو جاتا تھا۔ آخر کار یہ سوچ کر قلم تھاما کہ جانے والے جا چکے ہیں۔ ایسے مقام پر جہاں سے کوئی لوٹ نہ سکے گا۔ انشاء اللہ! حضرت استاذ جیؒ فرمان الٰہی ''ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی'' کا مصداق بن چکے ہوں گے۔ یکم رفروری بروز اتوار تقریباً دو بجے مولانا اسد اللہ ضیاء صاحب کا فون موصول ہوا کہ وفاق المدارس کے دفتر میں ہوں۔ یہ اعلان ہوا ہے کہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب دار فانی سے دار بقاء کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ فوراً استاذ مکرم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سے رابطہ کیا۔ انہوں نے بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور بتایا کہ ہم کارڈیالوجی ہسپتال میں ہیں۔ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ کے ہمراہ کارڈیالوجی پہنچے، دیکھا حضرت شیخؒ کی میت مبارک ابھی ہسپتال کے کمرے میں ہی ہے۔ وہاں سے باہر لائے تو بندہ نے سٹریچر کو پکڑ لیا۔ پھر حضرت استاذ جیؒ کی میت مبارک کو ایمبولینس کے اسٹریچر پر رکھا۔ دیدار حضرت شیخؒ میں مصروف ہوکر سوچوں کی وادیوں میں گم ہوگیا کہ آسمان علم، معرفت کے ستاروں میں سے ایک ستارہ اور ٹوٹ گیا۔ زہد، تقویٰ کے روشن چراغوں میں سے ایک اور چراغ بجھ گیا۔ تخیلات کے نہ ختم ہونے والے سلسلہ نے رولایا۔ خوب رولایا کہ بندہ حضرت استاذ جیؒ کے پاؤں کو چمٹ گیا۔ جی بھر کے رویا، حضرت استاذ جیؒ کی شخصیت، شفقتیں مختلف طریقوں سے مسلسل رولاتی رہیں۔ پھر حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ کو ایمبولینس میں ہی بٹھا دیا۔ ایمبولینس ڈرائیور کو دفتر ختم نبوت کا راستہ معلوم نہ تھا۔ بندہ نے اپنی گاڑی کو آگے کر لیا۔ ایمبولینس ساتھ ہی چل پڑی۔ دفتر پہنچے۔ یہاں مختصر قیام، جنازہ وتدفین کی مشاورت کے اجلاس کے بعد ایمبولینس حضرت استاذ جیؒ کو لے کر جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا کی طرف روانہ ہوگئی۔

حضرت استاذ جیؒ کی عمر مبارک تقریباً ۸۱ برس تھی۔ تقسیم کے بعد ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور شورکوٹ میں سکونت اختیار کی۔ دارالعلوم ربانیہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ اشرف الرشید

فیصل آباد میں بھی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں حدیث شریف کی تعلیم، حضرت مولانا عبدالخالقؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ جیسے ممتاز اساتذہ سے حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جامعہ نعمانیہ کمالیہ، مدرسہ قاسم العلوم ملتان، جامعہ دارالعلوم کبیروالہ میں تدریس فرمائی۔ پھر آخرکار مستقل طور پر جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا میں آ گئے۔ ایسے آئے کہ اب قیامت کے دن بھی جامعہ اسلامیہ باب العلوم کی سرزمین سے ہی اٹھیں گے۔ سبحان اللہ العظیم!

بندہ نے تقریباً درجہ رابعہ سے لے کر درجہ دورۂ حدیث تک تعلیم جامعہ اسلامیہ باب العلوم میں ہی حاصل کی ہے۔ اسی دوران حضرت استاذ جیؒ سے بہت ہی انسیت، محبت کا تعلق قائم ہوگیا تھا۔ حضرت استاذ جیؒ کی شخصیت بہت ہی جامع شخصیت تھی۔ ہر لحاظ سے کامل، اکمل انسان تھے۔ دوران تعلیم مجھے گردہ میں پتھری کی شکایت ہوئی۔ میں فیصل آباد ڈاکٹر صولت نواز صاحب سے علاج کے لئے جاتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت اقدس مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری مدظلہ کے ہمراہ ڈاکٹر صاحب کے ہاں جانا ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے کافی مشاورت کے بعد فرمایا کہ شعائیں لگوانی پڑیں گی یا پھر آپریشن ہوگا۔ حضرت اقدس ناظم اعلیٰ صاحب نے سنتے ہی فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب ہم نے حافظ محمد انس کا آپریشن نہیں کروانا۔ آپ اس کو دوائیاں لکھ کر دیں۔ یہ دوائیاں استعمال کرے گا۔ انہوں نے دوائیاں تجویز کیں۔ میں نے علیحدگی میں ڈاکٹر صاحب سے بات کی کہ تکلیف کی شدت مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ میں حضرت کو ملتان پہنچا کر پھر واپس آتا ہوں۔ خیر فیصل آباد سے چل پڑے۔ راستہ میں میں نے حضرت کو عرض کی کہ تکلیف بہت ہے۔ برداشت سے باہر ہے۔ آپ نے ڈاکٹر صاحب کو منع فرمادیا ہے۔ اب میں کیا کروں۔

حضرت مدظلہ نے ایک واقعہ سنایا کہ سردار محمود خان لغاری صاحب (چوٹی زرین) ہوتے تھے۔ علماء سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کی اہلیہ کے پتہ میں پتھری ہوگئی۔ ڈاکٹروں نے آپریشن تجویز کیا۔ وہ عورت بہت ہی زیادہ نیک خاتون تھی۔ ڈاکٹروں سے علاج کے سلسلہ میں ہونے والی بے پردگی کی صورت میں بہت پریشان تھی۔ حضرت لاہوریؒ سے بیعت کر رکھی تھی۔ مجبوراً آپریشن کے لئے جاتے ہوئے اپنے خاوند سے کہا کہ میرے شیخ حضرت لاہوریؒ سے دعا کروانی ہے۔ لغاری صاحب اپنی اہلیہ سمیت حضرت لاہوریؒ کے ہاں پہنچ گئے۔ حضرتؒ درس قرآن دے رہے تھے۔ درس سے فارغ ہوئے تو لغاری صاحب کو دیکھ کر حضرت نے فرمایا۔ لغاری صاحب کیسے آنا ہوا۔ اس نے سارا واقعہ بیان کیا کہ اہلیہ آپ کی مریدنی ہے۔ اس کو پتہ میں پتھری ہے۔ آج آپریشن ہے۔ دعاؤں کے لئے حاضری ہوئی ہے اور اہلیہ گاڑی میں بیٹھی ہوئی ہے۔ حضرت لاہوریؒ نے وہیں دروازے میں کھڑے ہوکر اس پر دم کیا۔ وہ ہسپتال چلے گئے۔ ڈاکٹروں نے چیک اپ کیا تو پتھری نہیں تھی۔ انہوں نے پھر چیک اپ کیا۔ لیکن پتھری ہوتی تو ملتی۔ اب ڈاکٹر پریشان ہوکر لغاری صاحب سے کہنے لگے۔ لغاری صاحب ہماری دو دن سے پہلے کی رپورٹیں بتاتی ہیں کہ پتھری تھی۔ لیکن اب مشینیں بتارہی ہیں کہ پتھری نہیں ہے۔ تو اصل بات آپ بتائیں کہ معاملہ کیا ہے۔ لغاری صاحب نے بتایا کہ اور تو کچھ نہیں بس حضرت لاہوریؒ سے دم کروا کر آئے ہیں۔

حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے جیسے ہی بات ختم فرمائی میں نے آگے سے کہہ دیا کہ حضرت جی اب حضرت لاہوریؒ کہاں سے لائیں کہ ان سے دعا کرائیں۔ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب مدظلہ نے فرمایا۔ حافظ انس تم بھی عجیب آدمی ہو۔ بھئی آپ کے مدرسہ میں ہمارے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ ہیں ناں۔ یہی اب حضرت لاہوریؒ ہیں۔ ان سے دعا کرالو۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب سے طے کرکے آیا تھا کہ میں واپس آؤں گا۔ ملتان پہنچ کر میں دوبارہ فیصل آباد کے لئے چل پڑا۔ وہاں گیا چیک اپ ہونے کے بعد آپریشن کے لئے دن تجویز ہوگیا۔ چار دن کے بعد کا ٹائم تھا۔ میں وہاں سے مدرسہ باب العلوم میں آگیا۔ رات گذاری۔ صبح حضرت استاذ جی کے پاس چلا گیا۔ استاذ جی سے عرض کی کہ مجھے پتھری ہے آپ دم کردیں۔ استاذ جی نے فرمایا بیٹا میں دم وغیرہ نہیں کرتا ہوتا۔ میں نے ضد کر لی۔ نہیں استاذ جی ہر حال میں دم کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن حضرت استاذ جیؒ نہ مانے۔ ضد میں میں بھی اپنی مثال آپ تھا۔ میں نے سارا واقعہ حضرت استاذ جی کو سنا دیا کہ اس اس طرح واقعہ ہوا ہے اور حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے آپ کے نام فرمایا ہے کہ اب حضرت لاہوریؒ کی جگہ یہی ہیں۔

حضرت استاذ جیؒ اپنے مخصوص انداز میں ہنس پڑے۔ اب میں حضرت استاذ جیؒ کی اس مسکراہٹ کو آپ کو کیسے سمجھاؤں۔ جن حضرات نے حضرت استاذ جیؒ کو مسکراتا دیکھا ہے اور فطرت سلیمہ کے ساتھ اس کو نوٹ کیا ہے تو یقیناً وہ استاذ جیؒ کے مسکرانے پہ اب بھی قربان جاتے ہوں گے۔ پھر حضرت استاذ جیؒ نے فرمایا کہ اچھا بھئی ''مولوی انس'' اگر ضد کر ہی گئے ہو تو دعا کرتے ہیں اللہ رب العزت خیر فرمائیں گے۔ قارئین کرام! یقین کامل جانئے کہ ٹھیک دوسرے دن پتھری خود بخود نکل گئی اور اب صرف یہی کہہ سکتا ہوں۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی　　بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

حضرت استاذ جیؒ کی وفات کے بعد حضرت ناظم اعلیٰ صاحب مدظلہ کے پاس کافی سارے ساتھی آئے۔ جن سے حضرت فرماتے ہیں کہ اب اللہ رب العزت سے حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانویؒ کے وسیلہ سے دعا مانگیں۔ آپ کے علم وعمل میں برکت ہوگی۔ حضرت استاذ جیؒ کی شخصیت کو بڑے ہی جانتے ہیں۔ مجھ جیسے کورے کیا جانتے ہیں۔ دوسرے دن بروز سوموار کبیروڑ پکا میں لاکھوں کی تعداد میں موجود آپ کے عقیدتمندوں، شاگردوں کی موجودگی میں جنازہ ہوا۔ جنازہ کے بعد مدرسہ باب العلوم کے احاطہ میں تدفین ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

قارئین کرام! لکھنے والے جانتے ہیں کہ بعض دفعہ دل کی کیفیت ایسی ہوجاتی ہے کہ انسان چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں لکھ سکتا۔ میں بھی اسی کیفیت سے دوچار ہوں۔ بس بزبان حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ عرض کرتا ہوں۔ شاید کہ آپ کے دل میں اتر جائے میری بات۔

دل زخم زخم لوگو! کوئی ہے، جسے دکھائیں　　کوئی ہم نفس نہیں ہے، غم جاں کسے سنائیں
یکایک جو چھا گئی ہیں، غم و درد کی گھٹائیں　　گیا کون اس جہاں سے کہ بدل گئیں فضائیں
اٹھا سائبان شفقت، بڑی تیز دھوپ دیکھی　　نہیں دور دور چھاؤں، کہاں اپنا سر چھپائیں
ہو نصیب جام کوثر، یہ نفیس کی دعا ہے　　مگر اک حسیں تمنا کہ حضورؐ خود پلائیں

اک عظیم ہستی کی جدائی

مولوی آصف محمود

میں اپنے پیارے محبوب قائد شہید اسلام علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومروؒ کا فرمان اس انداز میں نقل کرنا چاہتا ہوں: سندھ دھرتی باب الاسلام تھی، ہے اور رہے گی۔ سندھ ہمیشہ اللہ والوں، درویشوں، بزرگوں اور دانشمندوں کی دھرتی رہ چکی ہے۔ اس دھرتی پر قائم گوٹھ کھرڑاہ میں ایک نایاب اور ہردلعزیز شخصیت ایک پوری صدی تعلیم وتعلم اور اللہ کے بندوں کو توحید وسنت والی بہترین لائن دلا کر اپنے لئے صدقۂ جاریہ کر چکی ہے۔ وہی شہر کھرڑاہ جو پہلے شرک وبدعت کا مرکز تھا لیکن جب سے توحید کی چنگاری جامعہ شمس العلوم کی صورت جلی تو شہر کھرڑاہ کو چار چاند لگ گئے۔ جو اب دور حاضر میں سندھ کا تاریخی، علمی، ثقافتی، ادبی، سیاسی اور روحانیت کا مرکز بن چکا ہے۔ ان تمام اوصاف کا کریڈٹ جس شخصیت کی طرف جاتا ہے دنیا والے ان کو ولی کامل حضرت مولانا سائیں رشید احمد سومرو (نور اللہ مرقدہ) کے نام سے جانتی ہے۔ حضرت اقدسؒ کا علمی اور روحانی فیض پاکستان بلکہ دنیا کے کافی ملکوں میں پھیلا ہوا ہے۔ حضرت اقدسؒ نے ہمیشہ محبت اور بھائی بندی والے رشتے جوڑنے کا درس دیا تھا۔

اصول کے پکے، سچے اور بے باک تھے۔ جس بات کو حق اور سچ سمجھتے تھے۔ اس پر اٹل رہتے تھے۔ کبھی بھی باطل سے خوفزدہ نہ ہوئے۔ حضرت اقدسؒ نے مریدین اور معتقدین کے وسیع حلقہ ہونے کے باوجود غربت اور سادگی والی زندگی بسر کرنے کو ترجیح دی۔ شفقت اور محبت کے مجسم تھے۔ امانت اور صداقت کے پیکر تھے۔ شہید اسلام اور شہید جمعیت علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومروؒ کے والد گرامی مرد قلندر اور مرد مجاہد حضرت مولانا سائیں علی محمدؒ حقانی کے بے حد پیارے شاگرد تھے۔ اپنے استاذ محترم کی طرح ساری زندگی قافلۂ شیخ الہندؒ، علماء اور صلحاء کی جماعت ''جمعیت علمائے اسلام'' سے وابستہ رہے۔ ہر پل جماعت کی پکار پر لبیک کہتے تھے۔ تادم وفات جمعیت علمائے اسلام ضلع خیرپور میرس کے سرپرست اعلیٰ اور جامعہ شمس العلوم کھرڑاہ کے ناظم اعلیٰ رہے۔ چونکہ درس نظامی کے دس سالوں والا کورس میں نے مکمل حضرت اقدسؒ کے پاس پڑھا ہے۔ اس وجہ سے میرے ذہن میں حضرت اقدسؒ کی کافی یاداشتیں محفوظ ہیں۔ ان میں سے کچھ پڑھنے والے ساتھیوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ مدرسہ کھرڑاہ میں جمعیت علمائے اسلام کا اجلاس تھا۔ اس میں شرکائے اجلاس کو ہدایتیں دیتے ہوئے فرمایا کہ اتحاد اور یکجہتی میں بڑی طاقت ہے۔ آپ اگر ایک رسی میں بکری کو باندھ لیں گے تو وہ ان سے چھڑا لے گی۔ لیکن جب آپ نے چار یا پانچ رسیوں کو ملا کے مضبوط رسہ بنالیا۔ اب اس میں بیل بھی باندھ لو وہ بھی چھڑا نہ سکے گا۔ لہٰذا جماعت میں بڑی قوت اور برکت ہے۔ آپ اگر جماعت سے الگ ہوں گے تو تنہائی کا شکار ہو جائیں گے اور درخت سے جو شاخ کاٹ لو گے تو وہ سوکھ کر ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح جو جماعت سے الگ رہے گا

دشمن کا شکار ہو جائے گا۔ حضرت اقدسؒ کو اپنے تو اپنے، غیر بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چاہے جس بھی فرقہ سے تعلق رکھنے والا ہو۔ حضرت اقدسؒ کا احترام دل و جان سے کرتے تھے۔ اسی لئے تو کسی اللہ کے بندے نے کہا ہے۔

خوب پسند تھی تیری اے فرشتۂ اجل
تو نے پھول ہی وہی چنا جو سارے گلشن کو ویران کر گیا

ہمارے حضرت سائیںؒ اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار تھے۔ ایک مرتبہ جیکب آباد سے ۵ آدمیوں پر مشتمل وفد آیا۔ غالباً کھوسہ قوم کے تھے۔ مدرسہ میں ان کو کوئی پہچان نہیں رہا تھا۔ ان لوگوں کی ہم نے حضرت سائیںؒ سے ملاقات کرائی۔ انہوں نے اپنے آنے کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا۔ کافی برس پہلے حضرت سائیں عبدالکریم قریشیؒ بیر شریف والے ہمارے علاقہ میں جلسہ پہ آئے ہوئے تھے۔ اولیاء اللہ کے عنوان پر تقریر فرما رہے تھے۔ تقریر کے دوران سائیں نے فرمایا: اگر آپ کو زندہ ولی دیکھنے کی خواہش ہو تو مولانا رشید احمد سومرو کھر ڑاہ والوں کو دیکھ لو۔ لہٰذا کافی تمنا تھی کہ دیکھ کر آئیں۔ اس وجہ سے اللہ پاک کے فضل و کرم سے یہاں حاضری ہوئی ہے اور ملاقات و زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ بالآخر ایسا لاتعداد خوبیوں کا مالک ۲۶ ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ بمطابق ۱۸ جنوری ۲۰۱۵ء کو اتوار کے دن صبح ۵ بجے ہزاروں شاگردوں اور معتقدین کو سوگوار بنا کر اس فانی جہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو کر دار بقاء کی طرف چل پڑے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

نیکی جو کام آ گئی

شہر مرد روز میں ایک شخص رہتا تھا۔ جس کا نام رشید حاجی تھا۔ وہ صاحب شوکت اور وسیع جائیداد کا مالک تھا۔ اس سے زیادہ تونگر اور کوئی نہ تھا۔ اس نے سلطان محمود اور سلطان مسعود کے ماتحت خدمات سرانجام دی تھیں۔ کبھی وہ بڑا سخت فوجدار بھی تھا۔ اس نے بے پناہ مظالم ڈھائے تھے۔ مگر بعد میں توبہ کر کے اپنے کام دھندے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے ہر نواح میں ایک جامع مسجد تعمیر کی۔ فریضۂ حج ادا کیا۔ حج سے واپسی پر چند روز بغداد میں قیام پذیر رہا۔ ایک روز اس نے بازار میں ایک خارش زدہ کتا دیکھا۔ جسے خارش کی تکلیف نے بے حال کر دیا تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے ایک ملازم سے کہا: ''اس کتے کو اٹھا لو اور گھر لے چلو۔'' جب وہ گھر لے آیا تو اسے خوب کھلایا پلایا۔ اس کے کے جسم پر ہاتھ سے تیل ملا اور اسے اپنے ہی پاس رکھ کر علاج معالجہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مکمل ٹھیک ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے دوسرا حج کیا۔ حج کے موقعہ پر اس نے بہت سخاوت کی۔ پھر خانہ نشین ہو گیا اور مرد روز میں ہی وفات پائی۔ ایک مدت کے بعد لوگوں نے اسے خواب میں دیکھا تو بہت خوشحال پایا۔ پوچھا: ''تمہارے ساتھ خدا نے کس طرح کا سلوک کیا؟ کہا خدا نے مجھ پر رحمت کی۔ مجھے معاف کر دیا۔ وہ ساری اطاعت، خیرات اور حج تو میرے کسی کام نہ آئے۔ ہاں! مگر اس کتے کی وجہ سے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے مل مل کر صحت یاب کیا تھا، مجھ سے کہا گیا کہ تجھے ہم نے اس کتے کی خدمت کے صلے میں معاف کیا۔

احتساب قادیانیت جلد ۵۷ کا مقدمہ

مولانا اللہ وسایا

الحمدللہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ امابعد! ۱۹۰۱ء مرزا قادیانی کے کفر بواح کے عروج کا دور ہے۔ اسی سال کذاب قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ کذاب قادیان کے دعویٰ نبوت کے دور میں جن لوگوں نے مرزا قادیانی کی تردید کا بیڑا اٹھایا تھا وہ امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ انہیں خوش نصیب حضرات میں سے ایک مولانا شوکت اللہ میرٹھی تھے۔ (ان کا اصل نام مولانا محمد احسن میرٹھی تھا) مولانا شوکت اللہ اپنے آپ کو مرزا قادیانی کے مقابلہ میں مجدد السنہ مشرقیہ بھی کہتے ہیں۔ موصوف میرٹھ سے ہفتہ وار ''شحنۂ ہند'' شائع کیا کرتے تھے۔ آپ نے چار سال ابتدائے ۱۹۰۱ء سے دسمبر ۱۹۰۴ء تک ہفتہ وار شحنۂ ہند کا ہفتہ وار ضمیمہ شائع کرنا شروع کیا جو عموماً آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ یہ مسلسل شائع ہوا اور چار سال قادیانی رسائل کے جواب میں اپنی مثال آپ تھا۔

۱...... ہمیں اس کے سال اوّل یعنی ۱۹۰۱ء کا صرف ایک شمارہ مل سکا جو ۸؍جون ۱۹۰۱ء کا پرچہ ہے اور شمارہ نمبر اس کا بائیس ۲۲ ہے۔ یہ شمارہ ای میل کے ذریعہ مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے دارالعلوم دیوبند سے ارسال فرمایا۔

۲...... ۱۹۰۲ء کے شمارہ جات کے ایڈیٹر صاحب صفحات کے نمبر مسلسل استعمال کرتے ہیں۔ ہم انہیں مسلسل نمبرات کو سامنے رکھیں تو ۱۹۰۲ء کی فائل کا ص۱ سے ص۵۶ پر موجود نہیں۔ گویا (شمارہ نمبر۱،۲،۳ شارٹ ہیں) اسی طرح ص۷۷ سے ص۱۰۰ تک کے صفحات موجود ہیں۔ ان پر تاریخ ایک ہے۔ گویا شمارہ نمبر۷،۸ اور ۹، ایک ساتھ شائع ہوئے۔ شمارہ نمبر۱۰،۱۱،۱۲، ص۱۰۱ تا ۱۲۴ تک شائع ہوئے۔ البتہ ص۱۲۵ سے ۱۲۸ صفحات موجود نہیں۔ لیکن یہ سہو ہے۔ ورنہ شمارہ نمبر۱۳ ص۱۲۹ پر موجود ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کوئی شمارہ شارٹ ہیں۔ البتہ صفحات پر سہو ہوا۔ شمارہ نمبر۱۳ ص۱۲۹ سے شروع ہو کر ص۱۴۰ چلا گیا ہے۔ پھر ص۱۴۱ پر شمارہ نمبر۱۲ درج ہے۔ گویا کوئی صفحہ شارٹ نہیں۔ البتہ شمارہ نمبر۱۳،۱۴،۱۵ ایک ساتھ ص۱۲۹ سے ص۱۴۰ پر مشتمل ہیں۔ پھر ص۱۴۱ سے ص۳۰۸ تک شمارہ نمبر۱۶ سے ۳۷ تمام شمارہ جات اس جلد میں موجود ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سن ۱۹۰۲ء کے شمارہ نمبر۱،۲،۳ ص۱، سے ص۵۶ تک شارٹ ہیں اور پھر ص۳۰۹ سے آخر تک۔ گویا شمارہ نمبر۳۸ سے آخر جلد تک موجود نہیں۔ یعنی ہمیں دستیاب نہ ہوئے۔ جس بندہ خدا کو ۱۹۰۲ء کے شمارہ نمبر۱،۲،۳، پھر شمارہ ۳۸ سے آخر تک مل جائیں تو وہ اس فائل کو مکمل کر سکتا ہے۔

۳...... الحمدللہ! ضمیمہ شحنۂ ہند ۱۹۰۳ء کی مکمل فائل یہاں پر موجود ہے۔ کہیں سے ایک آدھ صفحہ شارٹ ہے۔ تو وہیں نوٹ دے دیا، ورنہ مکمل ہے۔

۴...... اسی طرح ہفتہ وار ضمیمہ شحنۂ ہند کی سن ۱۹۰۴ء کی بھی مکمل فائل احتساب قادیانیت کی جلد ۵۸ پر شائع ہوگی۔

گویا احتساب کی ان دونوں جلدوں ۵۷،۵۸ ضمیمہ شحنہ ہند کے چار سالوں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۴ء کے جو شمارہ میسر آئے۔ یعنی ۱۹۰۱ء کا صرف ایک شمارہ اور ۱۹۰۲ء نامکمل اور ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء کے مکمل فائل ان جلدوں میں آگئے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ فللحمدللہ! ...... محتاج دعاء ...... فقیر اللہ وسایا ...... ۲۵؍مئی ۲۰۱۴ء

احتساب قادیانیت جلد ۵۸ کا مقدمہ

مولانا اللہ وسایا

الحمدللہ و کفی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۰ امابعد!

محض اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے احتساب قادیانیت کی جلد اٹھاون (۵۸) پیش خدمت ہے۔

۱...... اس جلد میں ''ضمیمہ شحنۂ ہند ۱۹۰۴ء'' کی مکمل فائل موجود ہے۔ اس کے ایڈیٹر حضرت مولانا شوکت اللہ میرٹھی (مولانا محمد احسن میرٹھی) تھے۔

۲...... ''تاریخ محمودیت'' کے چند اہم مگر پوشیدہ اوراق اس کتاب کے مصنف جناب مظہر الدین ملتانی تھے۔ ان کے والد فخرالدین ملتانی نے قادیانیت قبول کی اور ملتان سے قادیان منتقل ہوئے۔ ان پر جب قادیان کے دوسرے خلیفہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشین مرزا محمود قادیانی کی بدکرداری عیاں ہوئی۔ انہوں نے آواز اٹھائی۔ مرزا محمود نے ان کو قتل کرادیا۔ فخرالدین ملتانی کے بیٹے مظہر الدین ملتانی نے اپنی آنکھوں کے سامنے باپ کو قتل ہوتے دیکھا تو مرزا محمود کے خلاف ہوگئے۔ چنانچہ مرزا محمود کی بدکرداری پر یہ کتاب لکھی۔ مگر مرزا محمود کے مخالف ہونے کے باوجود آخر تک قادیانی رہے۔

۳...... کمالات محمودیہ: یہ بھی مظہر الدین ملتانی قادیانی کی مرتب کردہ ہے۔ اس کتاب کا انہوں نے خود یہ تعارف قلمبند کیا ہے۔ ''بد باطن دجال (مرزا محمود) کے دجل فریب کے چند اہم مگر پوشیدہ اوراق درج کئے گئے ہیں۔'' اس کتاب نے بھی قادیانی مؤلف کے ہاتھوں مرزا محمود کو بےلباس کردیا ہے۔

۴...... ربوہ کا پوپ: یہ کتاب بھی مظہر الدین ملتانی، قادیانی کی مرتب کردہ ہے۔ جس میں مرزا محمود ایسے ابن الوقت کے ناپاک سیاسی منصوبے، دینی سیاست کے پردے میں چیرہ دستیاں، حکومتی خاکے، فوجی نظام حکومت کے خواب، ربوہ سٹیٹ بینک وغیرہ، گشتی مراسلہ، ربوہ کے جاسوسوں کا کام، حکومت کی پالیسی کے راز چرانا، مرکزی حکومت نے اعلیٰ حکام کو خبردار رہنے کی ہدایت کردی، ایسے بیسیوں عنوانات قائم کر کے مرزا محمود کے کردار کو تار تار ہوتے دکھایا گیا ہے۔

غرض احتساب قادیانیت کی جلد ہذا یعنی جلد اٹھاون میں دو حضرات کی چار کتب ورسائل موجود ہیں۔

۱...... مولانا شوکت اللہ میرٹھی کے ضمیمہ شحنہ ہند سال ۱۹۰۴ء کی مکمل فائل	۱	جلد
۲...... جناب مظہر الدین ملتانی کی	۳	کتب

گویا دو حضرات کی: ۴ کتب ورسائل

اس جلد میں شامل اشاعت ہیں۔ فلحمدللہ علیٰ ذالک!

محتاج دعا: فقیر اللہ وسایا

۲۹ر ستمبر ۲۰۱۴ء

دعوائے مسیحیت اور شعبدہ بازی

انتظار محمد خان

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رہنمائی کے لئے انسانوں ہی میں سے انبیاء کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ انبیاء کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور سرکار دو عالم ﷺ پر ختم ہوا۔ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح بن مریم کو بھیجا۔ لیکن بگڑے ہوئے یہودی سدھرنے کی بجائے الٹے حضرت مسیح علیہ السلام کی جان کے درپے ہوگئے اور انہوں نے ایک شخص کو پکڑ کر حضرت مسیح علیہ السلام سمجھ کر مصلوب کر دیا۔ اس بارے میں دنیا عیسائیت میں بڑا اختلاف ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کے بارے میں شبہات کے جو پردے پڑے ہوئے ہیں اسے قرآن پاک نے یہ کہہ کر ہٹا دیا۔

ترجمہ: پھر اپنے کفر میں اتنے بڑھے کہ مریم پر سخت بہتان لگایا اور خود کہا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ فی الواقع اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ یہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا وہ بھی دراصل شک میں پڑے ہیں۔ ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں۔ محض گمان ہی کی پیروی ہے۔ انہوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اللہ زبردست طاقت رکھنے والا حکیم ہے۔ (النساء)

قرآن پاک کے بعد احادیث کی کتابوں بخاری، مسلم، مسند احمد، ترمذی، شرح السنۃ بغوی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، حاکم اور دیگر کتابوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں ابوہریرہؓ، جابر بن عبداللہؓ، نواز بن سمعانؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حذیفہ بن اسید الغفاریؓ، ثوبانؓ، ابوامامہ باہلیؓ، عثمان بن ابی العاصؓ، سمرہ بن جندبؓ، عمران بن حصینؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں دمشق کے مشرقی حصہ میں سفید مینارے کے پاس زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے فجر کے وقت اتریں گے۔ اس وقت دجال کا فتنہ برپا ہوگا۔ دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کا پیچھا کریں گے۔ لد کے مقام پر دجال کو جالیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ لد اسرائیل میں تل ابیب سے چند میل کے فاصلہ پر ہوائی اڈہ ہے۔ پھر یہودی سب کے سب مسلمان ہو جائیں گے۔ تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی موت واقع ہوگی اور آپ حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس میں حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے درمیان دفن ہوں گے۔

ان تمام احادیث کو متن و عن نقل کیا جاتا تو اس کے لئے طویل صفحات درکار تھے۔ موضوع بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ان احادیث کو مدنظر رکھ کر صرف مختصر الفاظ میں خلاصہ لکھ دیا گیا ہے۔ تاکہ قارئین سمجھ سکیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اوپر اٹھا لئے گئے۔ (قرآن کی رو سے) اور پھر قرب قیامت آپ ہی کا ظہور ہوگا۔ لیکن

کچھ شیطان کے پیروکاروں نے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ وہ مسیح بن مریم ہوں گے۔ کوئی دوسرا شخص جو اس دنیا میں کسی آدمی سے پیدا ہو۔ وہ کیسے یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔ لیکن خلیفہ مستنصر باللہ کے دور خلافت میں مصر میں تیونس کے مقام پر یحییٰ بن فارس ساباطی نے یہ دعویٰ کر دیا کہ وہی مسیح موعود ہے۔

یحییٰ بن فارس ایک حاذق طبیب اور فلاسفر تھا۔ اس نے اپنا ڈیرہ سمندر کے ساحل پر ڈال رکھا تھا۔ اس کے پاس لوگ جسمانی بیماریوں کا علاج کرانے جاتے تھے۔ اس میں تجسس کا بہت شوق تھا۔ اس کے علاوہ جادو میں بھی دسترس رکھتا تھا۔ بہت چالاک اور عیار تھا۔ کچھ مریضوں کو اس کی دوا سے شفا ہوگئی تو مریضوں نے خوشامد سے اس کا دماغ خراب کر دیا اور ایک دن اس نے اپنے مریضوں کے سامنے یہ اعلان کر دیا کہ: ''میں ہی مسیح موعود ہوں۔''

ان مریضوں میں کچھ دینی علم بھی رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے معجزے عطاء کئے تھے۔ حضرت مسیح بن مریم تو مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ مادرزاد اندھے اور برص کے مریض کو تندرست کر دیتے تھے اور مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ اڑ جاتا تھا۔ تم کیا ہو؟ یحییٰ نے کہا کہ یہ معجزے تو میں بھی دکھا سکتا ہوں۔ میں مردے کو زندہ کر سکتا ہوں۔ تمام حاضرین اس کے اس دعویٰ پر حیرت زدہ رہ گئے۔ یحییٰ نے کہا کہ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ میں زندہ کر سکتا ہوں۔ ایک مریض نے کہا کہ میرا ایک عزیز چند دن ہوئے فوت ہوگیا ہے۔ آپ اسے زندہ کر دیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔ یحییٰ نے کہا کہ میں زندہ کر دوں گا۔ لیکن تمہیں بھی کچھ محنت کرنا ہوگی۔ مریض نے کہا کہ حضور جو حکم کریں گے میں بجا لاؤں گا۔ یحییٰ نے کہا کہ پھر اس کی قبر پھاڑ کر اس کے کفن کا چھوٹا سا ٹکڑا کاٹ لاؤ۔ قبر پھاڑ کر ٹکڑا کاٹ لاؤں یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔ مریض کو پسینہ آ گیا۔ یحییٰ نے کہا کہ مردہ زندہ کرانا چاہتے ہو تو یہ آپ کو ضرور کرنا پڑے گا۔

مریض اپنے گھر آیا۔ اپنے دوسرے عزیزوں سے اس واقعہ ذکر کیا۔ ان عزیزوں میں ایک بڑا دل گردے کا مالک تھا۔ اس نے کہا کہ یہ کون سا مشکل کام ہے۔ ابھی ٹکڑا لا دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے پھاوڑا لیا اور قبرستان میں آ کر اپنے عزیز کی قبر کھودی اور کفن کا ایک ٹکڑا قینچی سے کاٹ لیا۔ اسے ڈر تو لگا۔ لیکن وہ اپنے عزیز کو دوبارہ زندہ دیکھنا چاہتا تھا۔ ٹکڑا لا کر یحییٰ کو دے دیا گیا۔ یحییٰ نے اس ٹکڑے کا وزن کیا۔ پھر ان کو باریک کر کے اس کے ہم وزن ایک ناریل اور بید ستر لیا۔ ان چیزوں کو باریک کر کے تینوں کا ایک فتیلہ بنایا۔ میت کے عزیزوں کو ساتھ لیا اور اس کی قبر پر جا کر اس فتیلہ کو سلگایا اور کچھ پڑھنا شروع کر دیا اور پورا قبرستان تیونس کے لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ سب قبر کی طرف یحییٰ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ قبرستان میں مکمل خاموشی تھی۔ صرف ان لوگوں کے سانسوں کی آواز آ رہی تھی۔ جب فتیلہ سے دھواں اٹھ کر چاروں طرف پھیلنا شروع ہوا تو حاضرین نے دیکھا کہ قبر پھٹی اور مردہ کفن پھاڑ کر قبر سے کھڑا ہوگیا ہے۔ لوگوں نے اس مردہ سے باتیں کیں۔ جس کا مردہ نے صاف صاف جواب دیا۔ دھواں ختم ہوتے ہی مردہ غائب اور قبر اپنی اصل حالت پر آ گئی تھی۔ بہت سے لوگ یحییٰ کے دعویٰ پر ایمان لے آئے تھے اور اسے مسیح تسلیم کر لیا۔

وہ اپنے دعویٰ کی سچائی ثابت کرنے کے لئے لوگوں کو مصنوعی جذام میں بھی مبتلا کر دیتا تھا۔ اس کے لئے وہ جنگلی تلسی، کباب چینی، برگ بیلا ڈونا اور برگ علم کو ہم وزن لے کر پانی میں جوش دیتا۔ اس پانی سے اس کے

رازدار آدمی کسی کو وضو کرا دیتے تو وضو کرنے والے شخص کے ہاتھ پاؤں اور چہرے پہ جذام جیسے نشان ہو جاتے۔ پھر یہ مصنوعی جذام میں مبتلا شخص یحییٰ کے پاس آتے تو بڑی بے رخی سے پیش آتا۔ آخر انہیں کہنا پڑتا کہ حضور! آپ مسیح علیہ السلام ہیں۔ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ ہمارا جذام دور کیجئے۔ اس پر یحییٰ خوش ہوتا۔ یحییٰ ابلے ہوئے پانی میں انگلیاں ڈالتا اور مریض کو گرم پانی سے غسل کا حکم دیتا۔ غسل کرتے ہی داغ دور ہو جاتے اور لوگ بھی سمجھتے کہ یہ مسیح کی برکت سے مرض دور ہو گیا۔

یحییٰ لوگوں کو پانی پر چل کر بھی دکھاتا تھا۔ دور تک سمندر میں چلا جاتا۔ اس کے لئے بھی اس نے کوئی دوا ایجاد کر رکھی تھی یا جادو سے لوگوں کے تخیل میں اپنے آپ کو پانی پر چلتا ہوا دکھاتا تھا۔ یحییٰ کے ان کرشموں کو دیکھ کر بہت سے جاہل لوگ اس کے دعوے پر ایمان لے آئے تھے۔ لیکن جب اہل علم نے لوگوں کو بتایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو دمشق میں ظاہر ہوں گے۔ آسمان سے اتریں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ اسلام نافذ کریں گے تو لوگوں نے اپنے عقائد کو درست کیا۔ اس طرح یحییٰ کسی بڑے فتنہ کا موجب نہ بن سکا۔ جلد ہی ختم ہو گیا۔

تعزیتی اجلاس

۴؍فروری بروز بدھ جامعہ اسلامیہ علامہ عبدالغنیؒ ٹاؤن چمن کے زیر اہتمام، امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، شیخ الحدیث ولی کامل حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی یاد میں ایک تعزیتی پروگرام منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مرکزی شوریٰ کے ممبر و علامہ عبدالغنیؒ کے فرزند شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد یوسف صاحب، ضلعی امیر عالمی مجلس صاحبزادہ قاری جنید احمد فردوسی، مولانا بسم اللہ، مفتی جمال الدین، مولانا قاری شیر زمان، حافظ عبدالرشید، اسد خان، نثار احمد صدیقی و دیگر کثیر تعداد میں علماء طلباء اور عوام الناس نے شرکت کی۔ مولانا حافظ محمد یوسف نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ عظیم شخصیت اور ہمارے سروں کے تاج تھے۔ انہوں نے ساری زندگی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گزار دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت لدھیانویؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ختم نبوت کے کام کی توفیق دے اور تمام علماء، طلباء سے گزارش ہے کہ وہ تحفظ ختم نبوت کا پیغام گھر گھر پہنچائیں اور امت مسلمہ کو فتنہ قادیانیت کے بارے میں آگاہ کریں۔ پروگرام کی اختتامی دعا صاحبزادہ قاری جنید احمد فردوسی نے کی۔

پریس ریلیز

وطن عزیز ایک مذہبی، روحانی و علمی شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی وفات پر وطن عزیز ایک مذہبی و روحانی و علمی شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حافظ آباد کے مبلغ حافظ عبدالوہاب جالندھری، علامہ احمد سعید اعوان، حافظ اللہ دتہ ساجد، حاجی بشارت حیات اور رشید اختر نے اپنے مشترکہ بیان میں ان کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا اور ان کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا کی۔

امام مہدی کے بارے میں مرزائی اعتراضات کے جوابات

مولانا صفدر حسین

سوشل میڈیا نے فیس بک، ٹوئٹر اور گوگل پلس وغیرہ پر حکومت کی طرف سے تاحال کوئی سنسر نہیں ہے اور تقریباً ۸۰ فیصد تعلیم یافتہ طبقہ اس سے جڑا ہوا ہے۔ اس لئے دین دشمن عناصر بالخصوص مرزائیت کو اپنے عقائد کے پرچار کے لئے سوشل میڈیا ایک مؤثر اور نتیجہ خیز ذریعہ مل گیا۔ بلا کسی روک ٹوک کے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ چند دن قبل ایک مرزائی نے اپنے پیج پر حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے حوالے سے مسلمانوں کے عقیدے کا خوب خوب مذاق اڑایا اور مہدی کی آمد کے بارے میں چند عقلی اشکالات پیش کئے۔ اشکالات بمعہ جوابات ملاحظہ ہوں۔

اشکال نمبر:۱

اہل اسلام کے درمیان مہدی کے خاندان کے بارے میں بہت اختلاف ہیں۔ اس اشکال میں اس مرزائی نے چار روایتیں دی ہیں۔

۱...... مہدی حسنؓ کی اولاد میں سے ہوگا۔ (نجم الثاقب ص۱۹۳، ج۲)

۲...... مہدی حسینؓ کی اولاد میں سے ہوگا۔ (نجم الثاقب ص۲۰۳، ج۲)

۳...... مہدی بنی عباس سے ہوگا۔ (کنزالعمال ص۱۷۹، ج۶)

۴...... مہدی فارسی الاصل ہوگا۔ (بخاری شریف ص۱۲۵، ج۳)

اور اسی بخاری کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے خاکم بدہن اس روایت کو مرزا قادیانی پر چسپاں کیا ہے۔ نعوذ باللہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ پہلی دونوں روایتیں صحاح ستہ میں سے ابوداؤد، ترمذی میں موجود ہیں۔ اس لئے یہ مسئلہ قطعی الثبوت ہے کہ امام مہدی اولاد فاطمہؓ سے ہی ہوگا۔ چنانچہ (ترمذی شریف (حاشیہ میں) ص۳۴۳ ج۲) میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا یہ قول ذکر ہے کہ امام مہدی کا اولاد فاطمہ سے ہونا معنی حد تواتر تک پہنچا ہوا ہے اور (بذل المجہود ص۱۹۳ ج۱۷) میں ہے کہ امام مہدی حسنؓ، حسینؓ دونوں کی اولاد میں سے ہوگا۔ یعنی باپ کی طرف سے حسنیؓ خاندان کا ہوگا اور ماں کی طرف سے حسینیؓ خاندان کا ہوگا۔ یعنی نجیب الطرفین ہوگا اور تیسری روایت کہ مہدی بنی عباس سے ہوگا، من گھڑت ہے۔ کیونکہ (ابن ماجہ ص۳۰۹ ج۱) کے حاشیہ میں ہے کہ مہدی کا بنی عباس سے ہونا بعض غریب حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے جو کہ صحیح نہیں۔ کیونکہ صرف محمد بن ولید نے بیان کیا جو کہ متفرد ہونے کے علاوہ من گھڑت قول ہے اور قابل قبول نہیں ہے۔

چوتھی روایت کی طرف آئیے کہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ مہدی فارسی الاصل ہوگا۔ یہ صحیح بخاری اور امام بخاری پر ایک بے بنیاد الزام ہے۔ آپ بھی (بخاری شریف ص۷۲۷ ج۲) کی وہ روایت دیکھیں جس کا حوالہ

اس نے اپنی کتاب کے ص۱۸ پر دیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پس آپ ﷺ پر سورۃ جمعہ نازل کی گئی۔ ’’واخرین منھم لما یلحقوا بھم ‘‘ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سوال کیا۔ ’’من ھم یا رسول اللہ ‘‘(یعنی یہ کون لوگ ہیں) آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ میں نے یہ سوال تین دفعہ دہرایا۔ ہم میں سلمان فارسیؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک سلمان فارسیؓ پر رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا ستارہ کے پاس بھی ہوگا تو ان (اہل فارس) میں سے ایک شخص یا ایک سے زائد اشخاص اس کو پالیں گے۔

اب اس روایت کو غور سے پڑھیں کہ اسم مرزائی نے اس حدیث سے ثابت کیا کہ مہدی فارسی الاصل ہوگا۔ حالانکہ اس حدیث میں فارسی الاصل کا مہدی ہونا بالکل ذکر تک نہیں اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ یہ تو چیلا ہے اور خود گرو کا یہ حال تھا کہ اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص۱۱۱ ج۱) میں امام بخاریؒ کا نام محمد اسماعیل بتلایا۔ قارئین میں سے اکثر یہ بات جانتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا نام محمد تھا اور اسماعیل امام بخاریؒ کے باپ کا نام تھا اور نیز ان علاقوں میں مرکب ناموں کا بالکل رواج نہیں تھا اور پھر (شہادت القرآن ص۸۷) میں مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی۔ ’’ھذا خلیفۃ اللہ المھدی ‘‘اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے، جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ حالانکہ اس روایت کے بارے میں مرزائیوں کو کئی مرتبہ مناظروں میں چیلنج کیا گیا کہ مرزا گرو نے بخاری شریف پر من گھڑت الزام لگایا ہے۔ بخاری شریف میں یہ روایت موجود نہیں۔ بہرکیف! اس فیس بک کے دانشور نے اپنے گرو کی اتباع کرتے ہوئے بخاری پر الزام لگایا کہ مہدی فارسی الاصل ہوگا۔ حالانکہ امام مہدی اور مرزا میں کئی فرق ہیں۔

۱...... مہدی کا نام محمد...... مرزا کا نام غلام احمد۔

۲...... مہدی کے باپ کا نام عبداللہ...... مرزا کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ۔

۳...... مہدی کی ماں کا نام آمنہ...... اور مرزا کی ماں کا نام نصرت جہاں بیگ عرف گھسیٹی۔

۴...... مہدی مدینہ میں پیدا ہوگا جیسا کہ (ابن ماجہ ص۳۰۹ درحاشیہ) ’’ای یولد المھدی بالمدینہ ‘‘اور مرزا (عسل مصفی ص۱۲۹ ج۲) میں لکھتا ہے کہ ملک ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں لاہور کے گوشہ شمال مشرق میں ایک گاؤں قادیان ہے جو ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ میں اس قادیان میں پیدا ہوا ہوں۔

۵...... مہدی سید خاندان کا نجیب الطرفین ہوگا اور مرزا (تحفہ گولڑویہ ص۲۹) میں لکھتا ہے کہ میرے پاس فارسی الاصل ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں اور میری قوم مغل اور گوت برلاس ہے۔

۶...... (ابوداؤد ص۲۳۳، ج۲) میں ہے کہ مہدی علیہ السلام کا جب وصال مبارک ہوگا تو مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن کر دیں گے اور (سیرت المہدی ص۱۰۹) میں ہے کہ مرزا قادیانی احمدیہ بلڈنگ براندرتھ روڈ میں ۲۶ مئی ۱۹۰۶ء میں مرے اور قادیان میں دفن ہوئے۔ بہرحال ان

چھ فروق کے بعد مہدی، مرزا میں زمین آسمان کا تفاوت موجود ہے۔ نہ معلوم اس مرتد نے ان دونوں کو ایک کیسے بنادیا۔ علامہ اقبالؒ نے بہت اچھا فرمایا ہے۔

قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف
یہ ذوق سکھاتا ہے ادب مرغ چمن کو
مجذوب فرنگی نے باندازِ فرنگی
مہدی کے تخیل سے کیا لرزہ وطن کو
اے وہ کہ تو مہدی کے تجلی سے ہے بیزار
نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو
ہو زندہ کفن پوش تو میت اسے سمجھیں
یا چاک کریں مردکِ ناداں کے کفن کو

اعتراض دوم

دوسرا اعتراض مقام ظہور مہدی کے بارے میں ہے کہ مقام ظہور مہدی میں بھی کیونکہ چار روایتیں ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان روایات کے مطابق مہدی ظاہر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ظہور مہدی سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے جو کہ قادیان میں پیدا ہوا۔ اس اعتراض کا جواب علماء محققین نے یہ دیا ہے کہ حقیقت میں ظہور امام مہدی حرمین شریفین سے ہوگا اور جس روایت میں خراسان سے ظہور کا شبہ ہوتا ہے۔ وہ صحاح ستہ کی نہیں بلکہ علامہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بیان کی ہے اور ظاہر ہے کہ دلائل النبوۃ کی روایت ابوداؤد کی روایت کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ملاعلی قاری حنفی مرحوم (مرقات ص۱۸۲ ج۱۰) میں لکھتے ہیں: ’’فلاینافی ان ابتداء ظهور المهدی انما یکون فی الحرمین الشریفین ‘‘یعنی حرمین شریفین سے ظہور مہدی والی روایت قوی اور زیادہ صحیح ہے۔ یہ نسبت خراسان والی روایت کے اور نیز اسی طرح علامہ نواب قطب الدین (مظاہر حق ص۴۸ ج۵) میں لکھتے ہیں کہ خراسان والی روایت سے اس بات کا تضاد لازم نہیں آتا کہ مہدی کا ظہور حرمین شریفین سے ہوگا وار اس کی وجہ یہ ذہن میں آتی ہے کہ ثوبان والی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ امام الانبیاءﷺ نے فرمایا کہ جب تم خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے آتے دیکھو تو اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ کیونکہ اس میں خدا تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ اس روایت میں مہدی کا ظہور نہیں بتلایا گیا۔ بلکہ وجود بتلایا گیا ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حرمین شریفین سے ظہور کے بعد ان کا وجود اقدس مختلف جگہوں میں ہوگا۔ کیونکہ آپ نے فرمایا: امام مہدی تمام روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا اور اس توجیہ سے وہ روایت جو کہ تاریخ بخاری میں لکھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک جماعت ہندوستان میں دشمنان اسلام سے جہاد کرلے گی اور وہ مہدی کے ساتھ ہوگی، بھی حل ہو جاتی ہے کہ وہ جماعت بھی امام مہدی کے ساتھ مل کر جہاد کا ثواب حاصل کرے گی۔

بہرحال خلاصہ کلام یہ ہے کہ ظہور مہدی کی روایات میں بھی کوئی ایسا تعارض نہیں کہ ظہور مہدی کا انکار کر دیا جائے اور امت کے اجماعی عقیدہ ظہور مہدی میں شبہ پیدا کر کے کفر وارتداد اختیار کیا جائے۔ نعوذ باللہ منہا۔ بقول اقبال مرحوم کے۔

پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مؤمن پارینہ ہے کافر
آوازۂ حق اٹھتا ہے کب اور کدھر سے
مسکین ولکم ماندہ دریں کشمکش اندر

اعتراض ثالث

عیسیٰ علیہ السلام ہی امام مہدی ہیں۔ کیونکہ ابن ماجہ، کنزالعمال، مسند احمد بن حنبل کی قوی روایات میں ہے۔ ’’قال البیهقی هذا حدیث تفرد به محمد بن خالد الجندی وهو مجهول ‘‘امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ روایت محمد بن خالد جندی کی وجہ سے ضعیف ہے اور یہ راوی اس روایت میں مجہول ہے اور اس طرح ’’قال ابوعبدالله الحافظ هو رجل مجهول ‘‘حافظ ابوعبداللہ حافظ فرماتے ہیں کہ یہ راوی ضعیف ومجہول ہے اور اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب (تہذیب التہذیب ج۹ ص۱۴۴) میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ’’قال المحدث ابان وهو محمد بن خالد الجندی متروک ‘‘یعنی محدث ابانؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن خالد جندی متروک وضعیف ہے۔ کیونکہ یہ روایت محمد بن خالد جندی کی وجہ سے ضعیف ومتروک ہے اور یہی وجہ ہے کہ ابن ماجہ کی یہ روایت لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم (باب خروج المہدی ص۳۰۹) میں نہیں ہے اور یہ روایت (باب فتنۃ الرجال وخروج عیسیٰ ابن مریم ص۳۰۵) میں موجود ہے اور نیز اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ محدث ابن ماجہ کے نزدیک بھی مہدی اور عیسیٰ ابن مریم ایک نہیں۔ ورنہ ان کو الگ الگ باب قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بہرحال خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان بیہودہ اعتراضوں کی وجہ سے امام مہدی کے متعلق جو ضروری عقیدہ ہے اس کو چھوڑا نہیں جاسکتا اور امام مہدی کے ظہور کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے عقائد میں شامل ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالعزیز پرہاروی اپنی کتاب (نبراس شرح عقائد ص۵۴۴) میں فرماتے ہیں کہ ظہور امام مہدی کی کل روایات ۸۷ ہیں۔ جن میں سے مرفوع روایتیں ۵۰ اور ۲۸ آثار ہیں اور ان متواتر احادیث کی وجہ سے ظہور امام مہدی پر ایمان رکھنا واجب ہے اور امام سفارینی اپنی کتاب (قصیدۃ الدرۃ ص۸۰ ج۲) میں فرماتے ہیں کہ پس ظہور مہدی پر ایمان لانا واجب ہے۔ جس طرح علماء کے نزدیک مقرر ہوچکا اور اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں درج ہوکر محفوظ ہوچکا۔ علامہ اقبال نے ضرب کلیم میں بہت خوب فرمایا ہے۔

دنیا کو ہے اس مہدیٔ برحق کی ضرورت ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار

واللہ اعلم بالصواب

اللہ کیلئے

حریق کے معرکے میں مسلمانوں نے ایک قلعہ پر حملہ کیا۔ دشمنوں نے آگ میں تپتی ہوئی زنجیریں لٹکا رکھی تھیں۔ جب بھی کوئی سپاہی اوپر چڑھنا چاہتا اسے زنجیر میں پھنسا کر اوپر کھینچ لیتے۔ حضرت انسؓ دیوار پر چڑھنے کے لئے پہنچے تو قلعے والوں نے ان پر بھی زنجیروں کا پھندا ڈالا اور انہیں پھنسا کر اوپر کھینچ لینا چاہا اور انہیں اوپر کھینچ رہے تھے کہ حضرت براء کی نظر پڑ گئی۔ وہ دوڑتے ہوئے آئے۔ تپتے ہوئے پھندے کو پکڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ اوپر کی رسی ٹوٹ گئی۔ جھولا گرا اور حضرت انسؓ بھی نیچے گر پڑے۔ زنجیر پکڑنے اور جھٹکا دینے سے حضرت براء کے ہاتھ کا تمام گوشت جل گیا تھا اور ہڈیاں نکل آئیں تھیں۔ یہ ایثار وجرایت کا حیرت انگیز کارنامہ تھا۔

نبوت یا مسخرا پن؟

مولانا عبداللہ معتصم

خربوزے کی پیدائش

خلیفہ مامون الرشید کے پاس ایک اور مدعی نبوت لایا گیا۔ مامون نے اس سے کہا کہ: ''اگر تم نبی ہو تو اسی وقت ایک خربوزہ پیش کرو۔'' مدعی نبوت نے جواب دیا کہ ''تین دن کی مہلت عطاء فرمایئے۔'' خلیفہ نے کہا کہ: ''مہلت نہیں دی جائے گی۔'' یہ سن کر مدعی نبوت بولا کہ خدا تو کم از کم چھ ماہ میں خربوزے پیدا کرتا ہے اور مجھ سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اسی وقت پیدا کردوں۔ مسخرے مدعی نبوت کا یہ جواب سن کر مامون الرشید ہنس پڑا اور اسے انعام دے کر رخصت کر دیا۔

معجزۂ نبوت

ایک روز خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں بھی ایک مدعی نبوت کو پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے اس سے پوچھا کہ: ''تم نبی ہو؟'' مدعی نبوت بولا: جی ہاں۔ خلیفہ نے کہا: ''کوئی دلیل؟'' مدعی نبوت نے جواب دیا کہ ''جو دلیل آپ چاہیں پیش کردوں۔''

خلیفہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہاں جتنے بھی بغیر داڑھی ہیں مونچھیں نکل آئیں۔

مدعی نبوت نے جواب دیا کہ بھلا اس میں کیا خوبی ہے کہ ان کے خوبصورت چہرے داڑھی اور مونچھیں نکال کر خراب کردیئے جائیں۔ ہاں! یہ معجزہ دکھا سکتا ہوں کہ یہاں جتنے داڑھی مونچھوں والے موجود ہیں اس سب کی داڑھی مونچھیں غائب ہو جائیں۔

یہ سن کر ہارون الرشید ہنس پڑا اور اس مسخرے نبی کو رخصت کر دیا۔

لانبیة بعدی

خلیفہ متوکل کے زمانے میں ایک عورت پکڑ کر لائی گئی جو پیغمبر ہونے کی مدعی تھی۔ خلیفہ نے اس عورت سے پوچھا کہ: ''تو نبیہ ہے؟'' بولی: ''جی ہاں۔'' خلیفہ نے پوچھا کہ ''تو حضرت محمد ﷺ کو بھی رسول مانتی ہے؟'' نبیہ نے جواب دیا کہ ''کیوں نہیں۔'' خلیفہ متوکل نے کہا کہ: ''جب تو انہیں (رسول اللہ ﷺ) نبی مانتی ہے تو ان کے ارشادات کو بھی ضرور مانتی ہوگی۔'' اس کے بعد خلیفہ نے حضور (ﷺ) کا یہ ارشاد پڑھا۔ ''لا نبی بعدی'' (میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) اس پر مدعیہ نبوت بولی کہ: ''میں حضور ﷺ کے ہر قول کو صحیح مانتی ہوں۔ لیکن انہوں نے یہ تو نہیں فرمایا کہ: ''لا نبیة بعدی'' (میرے بعد کوئی عورت نبی ہوگی)'' یہ سن کر خلیفہ متوکل ہنس پڑا اور اس عورت کو چھوڑ

تحفظ ختم نبوت کی خاطر قربانیاں

مولانا محمد حذیفہ

اللہ رب العزت نے اشرف المخلائق حضرت انسان کی ہدایت کے لیے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، سنت اللہ کے مطابق اس سلسلۃ الذہب کو نبی کریم ﷺ پر ختم کیا۔ کیونکہ دنیا میں اللہ کا دستور ابتدائے آفرینش سے چلا آیا ہے کہ ہر چیز کا مبدأ بھی لازم ہے اور منتہاء بھی، چاہے وہ مادی ہو یا روحانی۔ لہٰذا نبوت کے اس وہی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سلسلۂ نبوت کا آغاز ہوا، اور حبیب کبریاء، احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ ﷺ پر یہ سلسلہ نبوت ختم ہوا۔ گویا یہ ایک قدرتی قانون کے تحت ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت ایک انقلاب آفریں بعثت ہے، آپ ﷺ کی بعثت سے دنیا میں تمام ظلمتیں چھٹ گئیں، دنیا جو ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی پُرنور اور روشن ہوگئی، جس کی برکتوں کے اثرات آج چودہ صدیوں کے بعد بھی محسوس کیے جارہے ہیں اور قبیل قیامت تک محسوس کیے جاتے رہیں گے اور پھر حشر ونشر میں بھی اور میزان وحساب میں بھی آپ کی برکتیں جلوہ گر ہوں گی۔ انشاء اللہ! آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد عظیم فتنوں نے سر اٹھایا، مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی غیرت ایمانی، حمیت اسلامی، بلند حوصلگی اور حکمت عملی نے تمام فتنوں کو ایک سال سے بھی کم عرصے میں کافور کرکے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ آپؓ کو پوری امت کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین!

یہ بات تعجب خیز ہے کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ نے سب سے پہلے اسلام کے خلاف جو سازش رچی وہ تھی عقیدۂ ختم نبوت ﷺ پر کاری ضرب۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جو پانچ افراد نے دعوۂ نبوت کیے، الاستاذ جمیل مصری کی تحقیق کے مطابق ان سب کے اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ تاریخ کے مستند حوالوں سے اپنی تحقیقی کتاب، ''أثر أهل الكتاب في الحروب والفتن الداخلية في القرن الأول'' میں ثابت کیا ہے۔ دوسری جانب حضرات صحابہؓ نے بھی اس کو گویا بھانپ لیا، خاص طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اور آپ نے ''أ ينقص الدين وأنا حي'' کا تاریخی جملہ کہہ کر صحابہ کرامؓ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت ﷺ کی اہمیت خوب اچھی طرح سمجھیں اور تاریخ کے رُخ پھیر دینے والے اس فتنے کی سرکوبی کے لیے کمربستہ ہوجائیں۔ الحمدللہ! حضرت ابوبکرؓ کی کوششوں اور اللہ کے فضل سے صحابہؓ نے اس بات پر اجماع کرلیا کہ عقیدۂ ختم نبوت ﷺ کو تحفظ فراہم کیا جائے، نبوت کے دعویداروں کو کافر قرار دیا جائے اور ان کے خلاف جہاد فرض گردانا جائے، اس طرح یہ صحابہؓ کا سب سے پہلا اجماع منعقد ہوگیا کہ ختم نبوت کا تحفظ ایک اہم ترین فریضہ ہے اور دعویٰ نبوت کرنے والا کافر ہے، اس سے جہاد فرض ہے۔ بس پھر کیا تھا، اس عقیدے کے تحفظ کی خاطر مدینہ سے گیارہ لشکر مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم پر میدان کارزار میں کود پڑتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک سال سے بھی کم عرصہ میں یا تو مدعیان نبوت اپنے انجام کو پہنچ جاتے ہیں، یا توبہ وانابت کرکے دوبارہ

اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ''واللّٰہ الذی لا الٰہ الا ہو لولا ان ابا بکرٍ استخلف ما عُبِدَ اللّٰہ '' اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر ابوبکر آپ ﷺ کے بعد خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ کی عبادت نہ کی جاتی۔ (رواہ البیہقی بحوالہ ازالۃ الخفاء ج۱ص۳)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''لقد قمنا بعدَ رسولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ علیہ وسلم مقاماً کِدنَا نُھلکُ فیہ لولا انّ اللّٰہ مَنَّ علینا بابی بکر اَجْمَعْنا علی انْ لا نقاتلَ علی ابنۃ مخاض وابنۃ لبون وان ناکل قریٰ عربیۃ ونَعْبُدَ اللّٰہَ حتی یاتینا الیقینُ نَعْزِمُ اللّٰہُ لابی بکر علی قِتالِھم'' (التاریخ الکامل لابن اثیر ج۲ص۲۰۵)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد ہم ہلاکت خیز حالات سے دوچار ہو گئے تھے۔ مگر اللہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ (جیسی بصیرت افروز) شخصیت کے ذریعہ ہم پر احسان عظیم کیا، ہم لوگ (یعنی جماعت صحابہ) یہ طے کر چکے تھے کہ مانعین زکوٰۃ کے ساتھ قتال نہیں کریں گے اور جو کچھ تھوڑا بہت رزق میسر آئے گا، اس پر اکتفا کریں گے اور اس طرح موت تک اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے۔ مگر اللہ رب العزت نے حضرت ابوبکرؓ کو مانعین کے ساتھ قتال کا پختہ حوصلہ دیا۔ مؤرخ کبیر، مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ بیسویں صدی میں مسلمانوں کی گمراہیوں کو دیکھ کر دل برداشتہ ہو کر فرماتے تھے: ''رِدّۃ ولا ابا بکرٍ لھا'' کہ ارتداد ایک بار پھر زوردار سر اٹھایا ہے۔ مگر افسوس اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ابوبکرؓ جیسا حوصلہ نہیں، ان جیسی حمیت و غیرت نہیں۔ واقعتاً حضرت نے بالکل درست کہا جیسی فکری یلغار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں تھی آج بھی ویسی ہی کیفیت ہے، تب ابوبکر تھے۔ مگر آج کوئی ابوبکر تو کیا ان کا عشر عشیر بھی نہیں، اللہ ہی مدد اور حفاظت فرمائے۔ آمین!

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں تحفظ ختم نبوت کی خاطر ہزاروں صحابہؓ نے اپنی جانوں کو قربان کر دیا، بیسویں صدی میں تحفظ ختم نبوت کے لیے نمایاں خدمات انجام دینے والوں میں حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا نام سر فہرست ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''جو لوگ تحریک ختم نبوت میں جہاں جہاں شہید ہوئے، ان کے خون کا جوابدہ میں ہوں، وہ عشق رسالت میں مارے گئے، اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، ان میں جذبۂ شہادت میں نے پھونکا تھا۔'' (حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تحریک کی وجہ سے ختم نبوت کے لیے امت میں بیداری پیدا ہوئی اور امت مسلمہ ہندیہ پورے جوش و جذبہ کے ساتھ میدان کارزار میں کود پڑی، جب کچھ جدید تعلیم یافتہ لوگوں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اس تحریک کی خاطر شہید ہو رہے ہیں تو انھوں نے اپنے آپ کو اس تحریک سے علیحدہ کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو لوگ مارے گئے یا مارے جا رہے ہیں۔ ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ تب پھر حضرت نے اپنی تقریر میں کہا) جو لوگ ان کے خون سے دامن بچانا چاہتے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ میں حشر کے دن بھی، ان کے خون کا ذمہ دار ہوں گا۔ کیونکہ ختم نبوت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی سات ہزار حفاظ قرآن، تحفظ ختم نبوت کی خاطر شہید کروا دیئے تھے۔ (اور غیر حافظوں کی تعداد اس سے تقریباً دوگنی ہو گئی)۔ (تحریک ختم نبوت،

آغا شورش کاشمیریؒ) صداقت کے لیے گر جان جاتی ہے تو جانے دو۔ مصیبت سر پہ آتی ہے تو آنے دو۔ مناظر اسلام مولانا لعل حسین اخترؒ نے بڑا عجیب شعر کہا ہے۔

جلادو پھونک دو سولی چڑھا دو خوب سن رکھو
صداقت چھپ نہیں سکتی ہے جب تک جان باقی ہے

خلاصہ یہ کہ اسلامی دور حکومت میں، جب بھی کسی نے ختم نبوت پر حملہ کیا، یا حرف زنی کی، مسلمان خلفاء وامراء نے ان کو کیفر کردار تک پہنچادیا، جس کی سینکڑوں مثالیں تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں۔ آیئے! مدعیان نبوت اور منکرین ختم نبوت کے بدترین انجام پر ایک نظر ڈالتے ہیں کہ کون کونسے مدعی نبوت کس خلیفہ یا بادشاہ کے دور میں جہنم رسید ہوئے:

۱...... عیہلہ بن کعب معروف باسود العنسی قتل ہوا۔ ۱۱ھ حضرت ابوبکر صدیقؓ......
۲...... مسیلمہ بن کبیر حبیب الکذاب قتل ہوا۔ ۱۱ھ حضرت ابوبکر صدیقؓ......
۳...... مختار بن ابوعبید ابن مسعود ثقفی قتل ہوا۔ ۶۷ھ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ......
۴...... حارث ابن سعید کذاب قتل ہوا۔ ۷۹ھ عبدالملک ابن مروان......
۵...... مغیرہ ابن سعید عجلی قتل ہوا۔ ۱۱۹ھ ہشام بن عبدالملک بن مروان......
۶...... بیان ابن سمعان قتل ہوا۔ ۱۲۶ھ ولید ابن یزید......
۷...... اسحاق اخرس قتل ہوا۔ خلیفہ ابوجعفر منصور......
۸...... سیس خراسانی قتل ہوا۔ ۱۵۰ھ خلیفہ ابوجعفر منصور......
۹...... ابوعیسیٰ بن اسحاق یعقوب اصفہانی قتل ہوا۔ خلیفہ ابوجعفر منصور......
۱۰...... حکیم مقنع خراسانی خودکشی کی۔ ۱۶۳ھ خلیفہ مہدی......
۱۱...... بابک ابن عبداللہ خرمی قتل ہوا۔ ۲۲۳ھ خلیفہ معتصم باللہ......
۱۲...... علی بن محمد عبدالرحیم قتل ہوا۔ ۲۷۰ھ خلیفہ المعتمد علی اللہ......
۱۳...... ابوسعد حسن بن سیرام قتل ہوا۔ ۳۰۱ھ خلیفہ المعتضد باللہ......
۱۴...... محمد بن علی شمغانی قتل ہوا۔ ۳۲۲ھ خلیفہ راضی باللہیہ تھے۔

مشہور منکرین ختم نبوت اور مدعیان نبوت اور جب بھی کسی اسلامی دور میں انہوں نے سر اٹھایا، ہمارے خلفاء اور امراء نے ان کو تہ تیغ کر کے رکھ دیا، یا انہوں نے مجبوراً خودکشی کی، یا توبہ کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ اسی لیے اہل کتاب حضور اقدس ﷺ کی وفات ہی سے خلافت کے عدم قیام یا قیام کے بعد سقوط کی بھرپور کوشش کرتے رہے۔ مگر تیرہ سو سال بعد انہیں اس میں کچھ حد تک مسلمانوں کی اعتقادی کمزوری کی وجہ سے اور کتاب وسنت سے بعد کی بناء پر کامیابی ملی، مگر انشاء اللہ ایک بار پھر خلافت قائم ہوگی۔ وَمَا تَشَاؤنَ اِلَّا اَنْ یَشَاءَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْن!

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سقوط خلافت سے قبل اس کے ضعف کے زمانہ ہی سے ایک بار پھر انکار ختم نبوت کے فتنے نے سر اٹھایا اور انیسویں صدی کے اوائل میں، باب اللہ نے، پھر بہاء اللہ نے اور اسی صدی کے اواخر میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بلکہ پچھلے دو سو سال میں جتنے مدعیان نبوت ومہدویت کھڑے ہوئے وہ بارہ سو سال کے مقابلہ میں اضعافاً مضاعفہ ہے۔ گویا دشمن کی یہ ایک منظم سازش ہے کہ وہ ختم نبوت کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں۔ مگر انشاء اللہ وہ قیامت تک اس میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ منکرین ختم نبوت کے ساتھ جہاد بالسیف کے بعد جہاد بالقلم جیسا کہ اوپر تاریخ کے حوالے سے واضح کیا گیا کہ جب بھی اسلامی دور حکومت میں، کسی نے ختم نبوت پر حملہ کیا اس کو واصل جہنم کر دیا گیا۔ مگر جب استعماری طاقتیں عالم اسلام پر غالب آگئیں اور اس طرح کے فتنوں نے اسر اٹھایا، تو علماء قلم وکاغذ لے کر میدان کارزار میں کود پڑے اور الحمدللہ انہوں نے ختم نبوت کا بھرپور دفاع کیا۔ انگریز کے زمانہ میں عدالتوں میں اور کتابوں کے ذریعہ صرف غلام احمد قادیانی ملعون کے رد میں ایک اندازے کے مطابق ۲۰ ہزار صفحات اردو میں تحریر کیے گئے۔ احتساب قادیانیت کے نام سے ۶۰ جلدوں پر مشتمل ایک انسائیکلو پیڈیا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے مرتب فرمائی ہے۔ تحفظ ختم نبوت کتنا اہم ہے، ذیل میں ذکر کیے گئے اکابرین امت کے کچھ حالات، ارشادات وفرمودات سے اندازہ لگائیں۔

اگست ۱۹۳۲ء کو جمعۃ المبارک کا دن تھا، جامع مسجد الصادق بہاول پور میں جمعہ کی نماز امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے پڑھائی تھی۔ مسجد کے اندر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ قرب وجوار کے گلی کوچے نمازیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ نماز کے بعد آپ نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: میں بواسیر خونی کے مرض کے غلبہ سے نیم جاں تھا اور ساتھ ہی اپنی ملازمت کے سلسلہ میں ڈابھیل کے لیے پابہ رکاب کہ اچانک شیخ الجامعہ صاحب کا مکتوب مجھے ملا۔ جس میں بہاول پور آکر مقدمہ میں شہادت دینے کے لیے لکھا گیا تھا، میں نے سوچا کہ میرے پاس کوئی زادِ راہ نہیں ہے، شاید یہی چیز ذریعہ نجات بن جائے کہ حضرت محمد ﷺ کے دین کا جانبدار بن کر یہاں آیا ہوں۔ یہ سن کر مجمع بے قرار ہو گیا، آپ کے ایک شاگرد مولانا عبدالحنان ہزاروی آہ وبکا کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور مجمع سے بولے کہ اگر حضرت کو بھی اپنی نجات کا یقین نہیں تو پھر اس دنیا میں کس کی مغفرت متوقع ہو گی؟ اس کے علاوہ کچھ اور بلند کلمات حضرت کی تعریف وتوصیف میں عرض کیے، جب وہ بیٹھ گئے تو پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ: ’’ان صاحب نے ہماری تعریف میں مبالغہ کیا۔ حالانکہ ہم پر یہ بات کھل گئی کہ گلی کا کتا بھی ہم سے بہتر ہے اگر ہم تحفظ ختم نبوت نہ کر سکیں۔‘‘ (کمالات انوری)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہ ’’ختم نبوت‘‘ کامل ہر سہ حصہ کی تمہید میں تحریر فرماتے ہیں: مسئلہ ختم نبوت یعنی آنحضرت ﷺ پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام اور آپ ﷺ کا آخری نبی ورسول ہونا اسلام کے ان بدیہی مسائل اور عقائد میں سے ہے، جن کو تمام عام وخاص، عالم وجاہل، شہری اور دیہاتی مسلمان ہی نہیں۔ بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی جانتے ہیں، تقریباً چودہ سو برس سے کروڑہا مسلمان اس عقیدہ پر ہیں، لاکھوں علماء امت نے اس مسئلہ کو قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے واضح فرمایا، کبھی یہ بحث پیدا نہیں ہوئی

کہ نبوت کی کچھ اقسام ہیں، اور ان میں سے کوئی خاص قسم آنحضرت ﷺ کے بعد باقی ہے، یا نبوت کی تشریعی غیر تشریعی یا ظلی و بروزی یا مجازی وغیرہ اقسام ہیں، قرآن وحدیث میں اس کا کوئی اشارہ تک نہیں، پوری امت اور علماء امت نے نبوت کی یہ قسم نہ دیکھی اور نہ سنی۔ بلکہ صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک پوری امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس عقیدہ پر قائم رہی کہ آنحضرت ﷺ پر ہر طرح کی نبوت ورسالت ختم ہے، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آپ سے پہلے پیدا ہو کر منصب نبوت پر فائز ہو چکے ہیں، ان کا اخیر زمانہ میں آنا اس کے قطعاً منافی نہیں) اس مسئلہ کے اتنا بدیہی اور اجماعی ہونے کے ساتھ اس پر دلائل جمع کرنا اور اس کا ثبوت پیش کرنا درحقیقت ایک بدیہی کو نظری اور کھلی ہوئی حقیقت کو پیچیدہ بنانے کے مرادف معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کا ثبوت پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص مسلمانوں کے سامنے لا الٰہ الا اللّٰہ کا ثبوت پیش کرے، ان حالات میں کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس موضوع پر کوئی مستقل رسالہ یا کتاب لکھی جائے۔ لیکن تعلیمات اسلام سے عام غفلت وجہالت اور روز پیدا ہونے والے نئے نئے فتنوں نے جہاں بہت سے حقائق پر پردہ ڈال دیا ہے۔ باطل کو حق اور حق کو باطل کر کے ظاہر کیا ہے۔ وہیں یہ مسئلہ بھی تختۂ مشق بن گیا۔

اس مسئلہ میں فرقہ وار جماعت کی حیثیت سے سب سے پہلے باب وبہا کی جماعت فرقۂ بابیہ نے اختلاف کیا، مگر وہ علمی رنگ میں اس بحث کو آگے نہ پہنچا سکے، اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے اس میں خلاف واختلاف کا دروازہ کھولا اور ان کی چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں میں یہ بحث ایسی منتشر اور متضاد ہے کہ خود ان کے ماننے والے بھی، اس پر متفق نہ ہو سکے کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ اور ان کا دعویٰ کیا ہے؟ کہیں بالکل عام مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کے مطابق آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے اور وحی نبوت کے انقطاع کلی کا اقرار اور آپ ﷺ کے بعد مطلقاً کسی نبی یا رسول کے پیدا نہ ہونے کا اعتراف ہے، کہیں اپنے آپ کو مجازی اور لغوی نبی کہا گیا ہے، کہیں نبوت کی ایک نئی قسم ظلی و بروزی بتلا کر بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا گیا، کہیں نبوت کو تشریعی اور غیر تشریعی میں تقسیم کر کے تشریعی کا اختتام اور غیر تشریعی کا جاری ہونا بیان کیا گیا، اور اپنے آپ کو غیر تشریعی نبی بتلایا اور وحی غیر تشریعی کا دعویٰ کیا گیا ہے، کہیں کھلے طور پر صاحب شریعت نبی ہونے اور وحی تشریعی کا دعویٰ کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے متبعین تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے: ایک فرقہ ان کو صاحب شریعت اور تشریعی نبی ورسول مانتا ہے، یہ ظہیر الدین اروپی کا فرقہ ہے، دوسرا فرقہ ان کو باصطلاح خود غیر تشریعی نبی کہتا ہے، یہ قادیانی پارٹی ہے، جو مرزا محمود صاحب کی پیرو ہے، تیسرا فرقہ ان کو نبی یا رسول نہیں۔ بلکہ مسیح موعود اور مہدی موعود قرار دیتا ہے، یہ مسٹر محمد علی لاہوری کے متبعین ہیں۔ غرض مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین نے اس قطعی اور اجماعی مسئلہ میں خلاف وشقاق کا دروازہ کھولا، عوام کی جہالت اور مغربی تعلیم سے متاثر، دینی تعلیم سے بیگانہ افراد کی ناواقفیت سے ناجائز فائدے اٹھائے اور اس مسئلہ میں طرح طرح کے اوہام وشکوک ان کے دلوں میں پیدا کر دیے، اور ان کی نظر میں بدیہی مسئلہ کو نظری بنا دیا۔ اس لیے اہل علم اور اہل دین کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا کہ ان کے شبہات دور کیے جائیں اور قرآن وحدیث کی صحیح روشنی ان کے سامنے لائی جائے۔ (ختم نبوت ص۱۰تا۱۲)

حضرت کاندھلویؒ فرماتے ہیں: ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ نبوت اور پیغمبری حضور کی ذات بابرکت پر ختم

ہوگئی اور آپ ﷺ انبیاء کے خاتم (بالکسر ہیں) یعنی سلسلہ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ سلسلہ انبیاء کے خاتم (بالفتح) یعنی مہر ہیں۔ اب آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہ ہوگا، مہر کسی چیز کا منہ بند کرنے کے لیے لگاتے ہیں، اسی طرح حضور پرنور ﷺ سلسلہ انبیاء پر مہر ہیں، اب آپ ﷺ کے بعد کوئی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوسکے گا، اور قیامت تک کوئی شخص اب اس عہدہ پر فائز نہ ہوگا۔ مہر ہمیشہ ختم کرنے اور بند کرنے کے لیے ہوتی ہے ''کما قال تعالیٰ: یُسْقَوْنَ مِن رَّحِیقٍ مَّخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْکٌ ''یعنی سربمہر بوتلیں ہوں گی اور شراب ان کے اندر بند ہوگی۔ ''ختم اللّٰہ علی قلوبھم'' اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے، یعنی کفر اندر بند کردیا ہے۔

(احتساب قادیانیت ج۲ص۵۱۲)

اسلام میں سب سے پہلا اجماع اس پر منعقد ہوا تھا کہ دعویٰ نبوت بغیر اس تحقیق کے کہ اس کی تاویل کیا ہے اور کیسی نبوت کا دعویٰ ہے؟ کفر اور ارتداد ہے، اور مدعی نبوت کی سزا قتل ہے۔ صحابہ کرامؓ کے اجماع سے صدیق اکبرؓ کے زمانے میں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت سے جہاد کیا گیا اور اس کو قتل کیا گیا۔ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ فرماتے ہیں: ''ختم نبوت کا عقیدہ ان اجماعی عقائد میں سے ہے جو اسلام کے اصول اور ضروریات دین میں شمار ہوتے ہیں اور عہد نبوی سے لے کر آج تک ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا آیا کہ آنحضرت ﷺ بلا کسی تاویل وتخصیص کے خاتم النبیین ہیں اور یہ مسئلہ قرآن کریم میں صریح آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، جس کا منکر قطعاً کافر ہے اور کوئی تاویل وتخصیص اس بارے میں قبول نہیں کی گئی۔

(احتساب قادیانیت ج۲ص۱۰)

یہاں ایک امر قابل غور ہے وہ یہ کہ صدیق اکبرؓ نے اس نازک وقت میں مدعی نبوت اور اس کی امت سے جہاد وقتال کو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سے جہاد وقتال پر مقدم سمجھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مدعی نبوت اور اس کی امت کا کفر یہود اور نصاریٰ اور مشرکین کے کفر سے بڑھا ہوا ہے۔ عام کفار سے صلح ہوسکتی ہے ان سے جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔ مگر مدعی نبوت سے نہ تو کوئی صلح ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس سے کوئی جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت اگر آج کل جیسے سیاسی لوگ ہوتے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مشورہ دیتے کہ باہمی تفرقہ مناسب نہیں۔ مسیلمہ کذاب اور اس کی امت کو ساتھ لے کر یہود اور نصاریٰ کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ حضرت علامہ محمد انور کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے: مسیلمہ کذاب اور مسیلمہ پنجاب کا کفر فرعون کے کفر سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ فرعون مدعی الوہیت تھا اور الوہیت میں کوئی التباس اور اشتباہ نہیں، ادنیٰ عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص کھاتا اور پیتا اور سوتا اور جاگتا اور ضروریات انسانی میں مبتلا ہوتا ہے وہ خدا کہاں ہوسکتا ہے؟ مسیلمہ مدعی نبوت تھا ظاہری بشریت کے اعتبار سے سچے نبی اور جھوٹے نبی میں التباس ہوسکتا ہے۔ اس لیے مدعی نبوت کا فتنہ مدعی الوہیت کے فتنہ سے کہیں اہم اور عظیم ہے اور ہر زمانے میں خلفاء اور سلاطین اسلام کا یہی معمول رہا کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اسی وقت اس کا سر قلم کیا۔

اہل حق نے اس فتنہ کے استیصال کے لیے جو سعی اور جدوجہد ممکن تھی اس میں دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ صدیق اکبرؓ کی طرح مدعی نبوت سے جہاد بالسیف والسنان تو ارباب حکومت کا کام ہے اور جہاد قلمی اور لسانی یہ علماء حق کا کام

ہے۔ سوالحمدللہ علماء نے اس جہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی، تقریر اور تحریر سے ہر طرح سے مدعی نبوت کا مقابلہ کیا۔

(احتساب قادیانیت ج۲ ص۱۱تا۱۲)

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ "ختم النبوۃ فی الآثار" کے آغاز میں ختم نبوت پر اجماع کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: صحابہ کرامؓ کا سب سے پہلا اجماع مسئلہ ختم نبوت پر اور اُس کے منکر کے مرتد اور واجب القتل ہونے پر ہوا ہے مسیلمہ کذاب کا دعوئی نبوت اور صحابہ کرامؓ کا اس پر جہاد اسلام میں یہ بات درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ مسیلمہ کذاب نے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں دعوائے نبوت کیا، اور بڑی جماعت اس کی پیرو ہوگئی، اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلا اہم جہاد جو صدیق اکبرؓ نے اپنی خلافت میں کیا ہے، وہ اسی جماعت پر تھا، جمہور صحابہ کرامؓ مہاجرین وانصار نے اس کو محض دعوائے نبوت کی وجہ سے اور اس کی جماعت کو اس کی تصدیق کی بناپر کافر سمجھا، اور باجماع صحابہ وتابعین اُن کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور یہی اسلام میں سب سے پہلا اجماع تھا، حالاں کہ مسیلمہ کذاب بھی مرزا قادیانی کی طرح آپ ﷺ کی نبوت اور قرآن کا منکر نہ تھا بلکہ بعینہ مرزا کی طرح آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی مدعی تھا، یہاں تک کہ اُس کی اذان میں برابر اشھد ان محمدا رسول اللہ پکارا جاتا تھا، اور وہ خود بھی بوقتِ اذان اس کی شہادت دیتا تھا۔ (تاریخ طبری ج۳ ص۲۴۴)

الغرض! نبوت وقرآن پر ایمان اور نماز روزہ سب ہی کچھ تھا، مگر ختم نبوت کے بدیہی مسئلہ کے انکار اور دعوائے نبوت کی وجہ سے باجماع صحابہ کافر سمجھا گیا اور حضرت صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ، مہاجرین وانصار اور تابعین کا ایک عظیم الشان لشکر حضرت خالد بن ولید کی امارت میں مسیلمہ کے خلاف جہاد کے لیے یمامہ کی طرف روانہ کیا۔ جمہور صحابہؓ میں سے کسی ایک نے بھی اس پر انکار نہ کیا اور کسی نے نہ کہا کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں، کلمہ گو ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اُن کو کیسے کافر سمجھ لیا جائے۔

بعض لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تھا، صدیق اکبرؓ نے اُن پر جہاد کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت فاروق نے وقت کی نزاکت اور مسلمانوں کی قلت وضعف کا عذر پیش کر کے ابتداءً اُن کی رائے سے خلاف رائے ظاہر فرمائی۔ لیکن حضرت صدیق کے ساتھ تھوڑے سے مکالمہ کے بعد ان کی رائے بھی موافق ہوگئی۔ الغرض حضرت عمر فاروقؓ کا خلاف کرنا بھی مسیلمہ کے واقعہ میں ثابت نہیں جیسا کہ بعض غیر محقق لوگوں نے سمجھا ہے۔

الحاصل! بلاخوف و بلانکیر یہ آسمانِ نبوت کے ستارے اور حزب اللہ کا ایک جم غفیر یمامہ کی طرف بڑھا، اس کی پوری تعداد تو اس وقت نظر سے نہیں گذری مگر تاریخ طبری میں حضرت صدیق اکبر کا ایک فرمان خالید بن ولید کے نام درج ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صحابہ وتابعین اس جہاد میں شہید ہوئے ان کی تعداد بارہ سو ہے۔ نیز اسی تاریخ میں ہے کہ مسیلمہ کی جماعت جو اس وقت مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکلی تھی اس کی تعداد چالیس ہزار مسلح جوان تھی، جن میں سے اٹھائیس ہزار کے قریب ہلاک ہوئے اور خود مسیلمہ بھی اسی فہرست میں داخل ہوا، باقی ماندہ لوگوں نے ہتھیار ڈال دیے، حضرت خالید کو بہت مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے اور پھر صلح ہوگئی۔

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہؓ کی کتنی بڑی جماعت اس میدان میں آئی تھی جنہوں نے ایک

مسئلہ ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے نہ وقت کی نزاکت کا خیال کیا اور نہ مسلمانوں کی بے سروسامانی کا اور نہ اس جماعت کے اذان ونماز اور تلاوت واقرار نبوت۔ بلکہ اتنی بڑی عظیم الشان جماعت پر جہاد کرنے کے لیے باجماع و اتفاق اٹھ کھڑے ہوئے۔ (ختم نبوت ص۲۰۲تا۲۰۴)

سلطان الانبیاء ﷺ پر سلسلہ نبوت کا ختم ہو جانا بالکل قانون فطرت اور مقتضائے عقل کے موافق ہے۔ اس قسم کی سیکڑوں نظیریں ذرا تامل سے ہر شخص نکال سکتا ہے۔قرآن وحدیث اور اجماع امت اقوال صحابہ وتابعین اور پھر عقلی وجوہ کا جس قدر ذخیرہ اب تک اس تحریر میں جمع ہو چکا ہے۔ایک بصیرت والی آنکھ اور سماعت والے کان کے لیے کفایت سے بہت زائد ہے،اور ازلی بد بخت کا کوئی علاج نہیں اللہ نے جتنے بھی نبی مبعوث فرمائے،ان میں دس صفات اکمل طور پر موجود تھیں:

(۱)عقل کامل۔(۲)حفظ کامل۔(۳)علم کامل۔(۴)عصمت کاملہ ومستمرہ۔(۵)صداقت وامانت کاملہ۔(۶)عدم توریث۔(۷)زہد کامل۔(۸)حسب ونسب اعلیٰ ہو۔(۹)مرد ہو۔(۱۰)اخلاق کاملہ۔

تلک عشرۃ کاملہ۔ان شرائط کا نبی میں ہونا ضروری ہیں۔اب آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں،کون ان شرائط پر اترتا ہے،اور کون نہیں اترتا۔اور پھر خود ہی انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں کہ کون نبی تھا اور کون نبی نہیں۔

اللہ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے،ہر قسم ضلالت گمراہی،شہوات وشبہات کے فتنوں سے محفوظ رکھے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور کل قیامت کے دن خاتم الانبیاء والمرسلین احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ ﷺ کی شفاعت اور آپ کے مبارک ہاتھ سے جام کوثر نصیب فرمائے۔اور اللہ ہمیشہ کے لیے ہم سے راضی ہو جائے۔آمین یارب العالمین!

مقام علم

امام بخاری جامع علوم وفنون ہو کر جب اپنے وطن آئے تو شہر کے لوگوں نے دھوم دھام سے استقبال کیا۔یہاں تک کہ دینار ودرہم آپ کے اوپر سے نثار کئے گئے۔جاہ طلب اور دین فروش لوگ بھی ہر جگہ ہوتے ہیں۔جو ہر مقبول محبوب آدمی سے حسد کرتے ہیں۔اس لئے کچھ لوگوں نے امیر کو امام بخاری کی عزت وعظمت سے خوف دلایا۔بظاہر ناراضی کی کوئی وجہ نہیں تھی۔اس لئے امیر نے آپ کے پاس پیغام بھجوایا کہ آپ اپنی کتاب صحیح بخاری اور تاریخ مجھے آکر سنا جایا کریں۔اس نے جواب دیا: امیر سے کہہ دو! میں علم دین کو ذلیل نہیں کر سکتا کہ اسے سلاطین وامراء کے دروازے پر جا کر سناوں۔اگر امیر کو علم حدیث کی ضرورت اور خواہش ہے تو وہ میرے مکان پر یا میری درس گاہ میں آکر عام لوگوں کے ساتھ پڑھا کرے۔کیونکہ حدیث رسولؐ امراء وسلاطین ہی کے لئے نہیں،عام مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔’’امام صاحب نے ساتھ ہی یہ بھی لکھا۔’’حدیث کی عزت کرو اور عوام کے ساتھ آکر پڑھو تا کہ اور لوگوں کو بھی تمہاری پیروی کی ترغیب ہو،اس کا ثواب تمہیں حاصل ہو۔’’امیر آپ کے اس بے باکانہ جواب سے بہت ناراض ہوا اور آپ کو جلاوطن کر دیا۔امام بخاری مضافات سمرقند میں چلے آئے اور کچھ عرصہ بعد یہیں پر رحلت فرمائی۔’’

فتنۂ قادیانیت سے باخبر رہئے

مولانا نظام الدین قاسمی

اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور پیدا فرما کر خالی چھوڑ نہیں دیا۔ بلکہ اس کی ہر ضرورت کے پورا ہونے کا مکمل انتظام فرمایا۔ انسان چونکہ دو چیزوں کا نام ہے ایک جسم دوسرے روح، جسم کی تعلیم وتربیت کا نظام اللہ نے عقل کے سپرد کیا ہے، اور روح کی تعلیم وتربیت کا نظام انبیاء علیہم السلام کے، کیونکہ ہر انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ براہ راست اللہ سے اس کی مرضیات ونامرضیات کا علم حاصل کر سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے کچھ مقدس ہستیوں کا انتخاب فرمایا، اور انہیں یہ روحانی نظام عطا فرما کر اپنے بندوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ اللہ کی مرضی و نامرضی سے واقف ہو جائیں۔ اللہ کی طرف سے اس انتخاب کا نام اصطلاح شرع میں نبوت ہے جو صرف انتخاب خداوندی ہے، بندے کے کسب ومحنت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

ارشاد خداوندی ہے: ’’اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلاً وَّمِنَ النَّاسِ (الحج:۷۵)‘‘

اللہ منتخب فرماتا ہے فرشتوں میں سے پیغمبروں کو اور انسانوں میں سے۔ علامہ شعرانیؒ ’’الیواقیت والجواہر‘‘ میں لکھتے ہیں: ’’تم اگر یہ سوال کرو کہ نبوت کسبی چیز ہے یا وہبی تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت کسبی نہیں کہ محنت اور کوشش سے حاصل کی جائے۔ جیسا کہ بیوقوفوں کی جماعت کا خیال ہے۔‘‘ مالکی وغیرہ نے اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے جو یہ کہے کہ نبوت کسبی چیز ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کوئی شخص کثرت عبادت محنت اور مجاہدہ سے نبی نہیں بن سکتا۔ البتہ اپنی کوشش وعبادت سے انسان ولی بن سکتا ہے، مگر افسوس ہے انیسویں صدی عیسوی میں گورداسپور کے قصبہ قادیان میں پیدا ہونے والے مرزا غلام احمد پر کہ وہ اپنے ولی ہونے کا جھوٹا دعویٰ تو کیا کرتے انھوں نے صاف نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دیا، حالانکہ عقیدۂ ختم نبوت ایک سو آیات قرآنیہ اور دو سو سے زائد احادیث نبویہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ نمونہ کے طور پر چند آیات واحادیث ملاحظہ ہوں:

۱...... ’’مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب:۴۰)‘‘ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ یہ آیت بطریق عبارۃ النص ختم نبوت کو ثابت کر رہی ہے، اور دوسری آیات سے بھی بطور اقتضاء النص واشارۃ النص ودلالۃ النص یہ مسئلہ ثابت ہے۔

۲...... ’’اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ:۳)‘‘ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو پورا کر دیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری فرما دی اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا دین ہونے کی حیثیت سے۔ جب دین مکمل ہو چکا تو نبی کے آنے کی ضرورت بھی ختم ہو گئی۔

۳...... ’’قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاعراف:۱۵۸) ’’آپ فرمادیجئے کہ میں تم سب کی طرف سے اس اللہ کا پیغمبر ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت عام ہوچکی سبھی لوگوں کی طرف تو اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ نے احادیث متواترہ میں اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان فرمایا اور ختم نبوت کی ایسی تشریح فرمائی کہ جس کے بعد آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے میں کوئی شک وشبہ اور تاویل کی گنجائش نہیں رہی۔

متعدد علماء نے ختم نبوت کی حدیثوں کے متواتر ہونے کی صراحت کی ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ آیت خاتم النبیین کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ’’وَبِذٰلِكَ وَرَدَتِ الْاَحَادِیْثُ الْمُتَوَاتِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم مِنْ حَدِیْثِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابِ (تفسیر ابن کثیر جلد۳ص ۴۹۳)‘‘

اور اسی ختم نبوت پر رسول اللہ ﷺ سے متواتر حدیثیں وارد ہوئیں جن کو صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے نقل کیا ہے۔ جن میں سے صرف دو حدیثیں یہاں ذکر کی جارہی ہیں: ’’عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ سَیَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (ترمذی جلد ۲ ص ۴۵ ۲)‘‘

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں ہی آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ’’عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ: اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (مسلم جلد ۲ ص ۲۷۸)‘‘

سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علی السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسی طرح اجماع امت سے بھی عقیدۂ ختم نبوت ثابت ہے جیسا کہ بیشار علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ ملا علی قاری شرح ’’فقہ اکبر‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں: ’’دَعْوَی النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِیِّنَا ﷺ كُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ (شرح فقه اکبر ص ۲۰۲، بحواله اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعه ص: ۱۷)‘‘

ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے، ان تمام ثبوت کے بعد بھی بعض حریص انسانوں دنیاوی جاہ وجلال کی بھوک کی وجہ سے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ انہی جھوٹے مدعیان نبوت میں سے ایک (مرزا غلام احمد) ہمارے دور کے بعض انسانوں کے حصہ میں آگیا جس کی ہمیں سختی سے تردید کرنی چاہئے، تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر جھوٹے مدعیان نبوت ناکام ہوئے، مگر مرزا کا معاملہ حکومت برطانیہ کے سہارے کی وجہ سے الگ ہے۔ مرزا نے دیگر مدعیان نبوت کی طرح اولاً صاف صاف نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیونکہ ایسے مدعیوں کا عبرتناک انجام اس کو معلوم تھا، لہٰذا اس نے بڑی چالاکی سے تدریجی انداز اپنایا، اولاً خادم

ومبلغ اسلام کے روپ میں ظاہر ہوا، پھر اپنے کو ملہم اور مامور من اللہ بتلایا پھر مجدد ہونے کا اظہار کیا، آگے بڑھ کر مہدی ومثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا، مزید ترقی کر کے ظلی وبروزی نبوت کا پروپیگنڈہ کرنے لگا آخر کار اصل منزل مقصود پر پہنچ کر مستقل اور صاحب شریعت نبی ہونے کا اعلان کر کے اپنے نہ ماننے والوں کو جہنمی کہنے لگا۔

(محاضرۂ رد قادیانیت)

قارئین کرام! اسلام کے خلاف وقتاً فوقتاً بہت سی تحریکیں اٹھیں۔ وہ یا تو اسلام کے نظام حکومت کے خلاف تھیں، یا شریعت اسلامی کے خلاف لیکن قادیانیت درحقیقت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت اور ایک سازش ہے۔ قادیانیت کے بارے میں یہ غلط فہمی ہوگی اسے مسلمانوں کے دینی وعلمی اختلافات اور مکاتب فکر میں سے ایک دینی وعلمی اختلاف اور خاص مکتب فکر خیال کیا جائے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قادیانیت مسلمانوں سے الگ ایک مستقل خودساختہ مذہب ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں تحریر فرماتے ہیں: قادیانی تحریک اسلام کے دینی نظام اور زندگی کے ڈھانچے کے مقابلے میں ایک نیا دینی نظام اور زندگی کا نیا ڈھانچہ پیش کرتی ہے، وہ دینی زندگی کے تمام شعبوں اور مطالبوں کی خود خانہ پری کرنا چاہتی ہے۔ وہ اپنے پیروؤں کو جدید نبوت، جدید مرکز محبت وعقیدت، نئی دعوت، نئے روحانی مرکز اور مقدسات نئے مذہبی شعائر، نئے مقتدا، نئے اکابر، نئی تاریخیں اور شخصیتیں عطا کرتی ہے۔ (قادیانیت تحلیل وتجزیہ)

اسی وجہ سے فتنہ قادیانیت دوسرے فتنوں سے کہیں زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہے، یہاں ایمان وکفر سے متعلق بھی کچھ ذکر کرنا مناسب ہے تاکہ قادیانیوں کے بارے میں مسلمان فیصلہ کرسکیں، علامہ حموی ''شرح الاشباہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''اَلْاِیْمَانُ تَصْدِیْقُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِیْ جَمِیْعِ مَا جَاءَ بِهٖ مِنَ الدِّیْنِ ضَرُوْرَةً، وَالْکُفْرُ تَکْذِیْبُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِیْ شَیْءٍ مِمَّا جَاءَ بِهٖ مِنَ الدِّیْنِ ضَرُوْرَةً (حموی شرح الاشباہ ۲۲۳، بحوالہ اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ ۶۲)''

ایمان، محمد ﷺ کو دین کی ان تمام چیزوں کے بارے میں دل سے سچا قرار دینا ہے جن چیزوں کو آپ ﷺ یقیناً لے کر آئے ہیں۔ کفر، محمد کو دین کی ان چیزوں میں سے کسی ایک چیز میں جھٹلانا ہے جن کو یقیناً حضور ﷺ لے کر آئے۔ ''مَنْ اَنْکَرَ شَیْئًا مِنْ شَرَائِعِ الْاِسْلَامِ فَقَدْ اَبْطَلَ قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (السیر الکبیر ۲۶۵، بحوالہ تقابلی مطالعہ ۲۶۳)''

جس نے اسلام کی شریعت میں سے کسی ایک چیز کا انکار کردیا تو اس نے یقیناً لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اقرار کو باطل کردیا۔ ''لَا خِلَافَ فِیْ تَکْفِیْرِ الْمُخَالِفِ فِیْ ضَرُوْرِیَاتِ الْاِسْلَامِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ (رد المحتار کتاب الصلوٰۃ، بحوالہ بالا)''

ضروریات اسلام کی مخالفت کرنے والے کو کافر قرار دینے میں کوئی اختلاف نہیں اگرچہ وہ ظاہر میں اہل قبلہ میں سے ہو، اس سے واضح ہو چکا کہ قادیانی لوگ عقیدۂ ختم نبوت (جو کہ ضروریات اسلام میں سے بالکل واضح

اور کھلا ہوا عقیدہ ہے) کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر وہ زندیق ہیں، کیونکہ وہ قرآن وحدیث کے نصوص میں تحریف کر کے انہیں اپنے عقائد کفریہ پر فٹ کرنے کی ناجائز کوشش کرتے ہیں، پس مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ قادیانیوں سے میل جول رکھیں نہ ان کے یہاں لڑکے یا لڑکی کی شادی کریں، کیونکہ نکاح صحیح ہونے کے لئے زوجین (لڑکے اور لڑکی) میں سے ہر ایک کا مسلمان ہونا شرط ہے اور قادیانی دائرہ اسلام سے خارج (باہر) ہیں۔ اسی طرح مسلمان نہ ان کے جنازوں میں شریک ہوں اور نہ کسی تقریب میں، نہ ان کو اپنے یہاں کسی تقریب میں آنے کی دعوت دیں، نہ ان کے گھر کا کھانا کھائیں نہ ان کے ساتھ تجارت وغیرہ کا معاملہ کریں، نہ ان کا ذبیحہ (ذبح کیا جانور) کھائیں، نہ ان کو مقابر مسلمین (مسلمانوں کے قبرستان) میں دفن ہونے دیں، وغیر ذلک من الاحکام۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قادیانیوں کا سب سے بڑا سربراہ (مرزا غلام احمد) نبی یا ولی تو کیا ہوتا وہ تو عام معمولی شریف انسان کے برابر بھی نہیں تھا، بلکہ کذاب اور انتہائی درجہ کا بدکردار انسان تھا، جیسا کہ خود مرزائی تصنیفات سے بخوبی واضح ہوتا ہے یہاں صرف اس کی زندگی کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ ایک طرف حدیث میں تو یہ ہے: ''لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلاَ بِاللَّعَّانِ وَلاَ الْفَاحِشِ وَلاَ الْبَذِیْئِ (ترمذی ج۲ ص۱۸، ۱۹)''

مومن نہ تو طعن وتشنیع کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت بھیجنے والا نہ سخت گو نہ فحش کلام کرنے والا۔ دوسری طرف مرزا صاحب کا حال یہ ہے کہ اپنے زمانے کے اکابر علماء ومشائخ (مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا احمد علی سہارنپوریؒ وغیرہ) کے لئے ذباب، کلاب، شیطان اور لعین جیسے الفاظ استعمال کئے، اور اپنے حریف مقابل مولانا سعد اللہ لدھیانوی کے بارے میں وہ الفاظ کہے کہ ایک شریف انسان انہیں پڑھنے، لکھنے سے شرما جائے، عربی داں حضرات کے لئے صرف اصلی اشعار نقل کرنا مناسب ہے: ''وَمِنَ اللِّئَامِ اَرٰی رُجَیْلاً فَاسِقًا غُوْلاً لَعِیْنًا نُطْفَ السُّفَھَاءِ شَکِسٌ خَبِیْثٌ مُفْسِدٌ وَمُزَوِّرٌ نَحْسٌ یُسَمَّی السَّعْدُ فِی الْجُھَلاَءِ اِذَیْتَنِیْ خُبْثاً فَلَسْتُ بِصَادِقٍ اِنْ لَمْ تَمُتْ بِالْخِزْیِ یَا ابْنَ بِغَاءِ'' (ملاحظہ فرمائیں انجام آتھم اخیر در روحانی خزائن ج۱۱)

اللہ تعالیٰ فتنہ قادیانیت سے تمام امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

نسخہ جوہر زیتون
لعنت اللہ علی الکاذبین ترجمہ: جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت
قیمت ہمراہ ڈاک خرچ 1500/- روپے
فوائد جوہر زیتون
جوہر زیتون: مکمل علاج
0308-7575888
0345-2366562
قائم شدہ 1950ء
شعبہ طب نبوی دار الخدمت
جوہر زیتون

تبصرہ کتب

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے...... ادارہ

مولانا کرم الدین دبیر، حیات وخدمات، مصنف: مولانا عبدالجبار سلفی، صفحات:۵۸۶، قیمت: درج نہیں، ناشر: ادارہ مظہر التحقیق متصل جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک ملتان روڈ لاہور۔

چکوال کے قصبہ بھیں سے تعلق رکھنے والی نابغۂ روزگار شخصیت حضرت مولانا کرم الدین دبیر پر مولانا عبدالجبار سلفی کے محققانہ قلم نے عرق ریزی کی تو زیرنظر کتاب تیار ہوگئی۔ اس کتاب کے بیس ابواب ہیں۔ ہر باب بیسیوں واقعات کو تسلسل کے ساتھ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ نام ونسب، مسلک، تصوف، قادیانیوں کی مغالطہ آمیز کذب بیانی کا جواب، قادیانیت اور رفض وبدعت کا تعاقب، تصانیف، میدان مناظرہ، دیگر فتنوں کا تعاقب، اولاد واحفاد اور سفر آخرت ایسے ابواب قائم کر کے حضرت مولانا مرحوم کی مکمل سوانح حیات کو ایک مربوط مگر بھرپور معلومات کے خزانہ کی طرح یکجا کر دیا ہے۔ ابھی جلد اوّل منظر عام پر آئی ہے۔ مزید مواد بھی مرتب ہوگیا ہے۔ جو شائع ہوا ہی چاہتا ہے۔ صبح فجر کی نماز سے ظہر تک ایک ہی نشست میں کتاب کا مطالعہ کیا۔ کہیں اجمال سے کہیں تفصیل سے بہت ہی جامع کتاب مصنف نے تحقیق کر دی ہے۔ معلومات اتنی ثقہ ہیں کہ دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ کوئی بات بغیر حوالہ کے نہیں اور کوئی واقعہ مولانا دبیر کی زندگی کا رہنے نہیں دیا جس کا کسی نہ کسی رنگ میں ذکر نہ ہوا ہو۔ خوبصورت معلوماتی انسائیکلوپیڈیا مرتب کرنے پر مولانا سلفی ڈھیروں شکریہ کے مستحق ہیں۔

فیصلہ: مولانا وقار احمد جلات: صفحات: ۱۰۳: قیمت: ۱۲۰ روپے: ملنے کا پتہ: مرکز البحوث الاسلامیہ، مردان۔

شمس العلماء علامہ شمس الحق افغانی نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ اپنے دور کے ایک عظیم مفسر، محدث، متکلم اور فقیہ تھے۔ حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ’’میں نے شرق وغرب میں علامہ افغانی جتنا بڑا عالم نہیں دیکھا۔‘‘ مولانا وقار احمد جلات علامہ کا تالیف کردہ رسالہ ’’معدن السرور فتویٰ بہاولپور‘‘ جو مدت دراز سے نایاب تھا، دوبارہ منصۂ شہود پر لے آئے۔ رسالہ میں بعض متنازعہ مسائل جیسے علم غیب، توسل، زیارت قبور، حیلۂ اسقاط وغیرہ میں راہ اعتدال کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مؤلف نے املاء وترمیم کی رعایت کرتے ہوئے جدید پیرایہ میں عمدہ تحقیق اور عبارات کی تخریج کے ساتھ رسالہ کو شائع کیا ہے۔ کتابت معیاری ہے۔ بالخصوص عربی رسم الخط قابل داد ہے۔ سرورق، کاغذ اور بائنڈنگ قدرے بہتر ہیں۔ اہل علم اور صاحب ذوق حضرات کے لئے عظیم تحفہ ہے۔

جماعتی سرگرمیاں

ادارہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا صاحبزادہ خلیل احمد (خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف)، مولانا مفتی خالد محمود، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا اعجاز مصطفیٰ (کراچی)، مولانا اللہ وسایا، مولانا بشیر احمد، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، میاں خان محمد سرگانہ، مولانا محمد انس (ملتان)، مولانا مفتی محمد حسن، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی (لاہور)، قاضی فیض احمد (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا قاری محمد یٰسین (فیصل آباد)، حاجی اشتیاق احمد (جھنگ)، مولانا عبدالرؤف (اسلام آباد)، قاری محمد یوسف عثمانی (گوجرانوالہ)، حاجی سیف الرحمٰن (بہاول پور)، مولانا راشد مدنی (رحیم یار خان)، مولانا قاری خلیل احمد بندھانی (سکھر)، مولانا قاری انوار الحق حقانی (کوئٹہ) نے شرکت کی۔

اجلاس میں مجلس کے سابق امیر مرکزیہ شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، علوم اسلامیہ کی تعلیم وترویج، احادیث نبویہ کی تدریس وخدمت پر انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

حضرت میاں سراج احمد دین پوری، مولانا محمد نافع (جھنگ)، مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا جمشید احمد (رائے ونڈ)، مولانا نور محمد تونسوی، مولانا بشیر احمد شاہ جمالی، مولانا محمد امین نقشبندی (خانیوال)، مولانا مجاہد خان الحسینی (نوشہرہ)، الحاج میاں عبدالخالق (شجاع آباد)، مولانا رشید احمد (کھرڑاہ)، قاری محمد ابراہیم (فیصل آباد)، مولانا سعید احمد (بہاول نگر)، مولانا قاضی حمد اللہ (ٹھیڑی سندھ)، مولانا نور محمد جمالی (خیرپورمیرس) سمیت گذشتہ سال میں انتقال فرمانے والے علماء کرام، مشائخ عظام کی مغفرت، رفع درجات کی دعا کی گئی۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی جگہ پر جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکزی امیر، پیر طریقت حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد کو مرکزی نائب امیر مقرر کیا گیا۔ اجلاس میں اس بات کا عہد کیا گیا کہ حضرت لدھیانویؒ کی طرح پوری دنیا میں عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت اور قادیانیت کا بھرپور علمی تعاقب کیا جائے گا۔ اس بات کا عہد کیا گیا کہ پون صدی سے جس طرح قادیانیت کا پرامن مقابلہ کیا گیا ہے آئندہ بھی جاری رکھا جائے گا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ علمی طور پر قادیانیت کے مقابلہ میں لکھی جانے والی کتابوں کو احتساب قادیانیت کے نام سے اشاعت کا سلسلہ جو شروع کیا گیا تھا60 جلدوں پر اختتام پذیر ہوا۔ مجلس کی طرف سے1974ء میں قومی اسمبلی کی مکمل روداد کی اشاعت کی توثیق کی گئی اور کہا گیا کہ مجلس نے روداد کو

شائع کر کے قادیانیت کے کفریہ عقائد کو پوری دنیا میں طشت ازبام کر دیا ہے۔ نیز 4 اپریل کو قصور اور 24 اپریل کو حیدرآباد میں ہونے والی کانفرنسوں کی توثیق کی گئی اور انہیں کامیاب بنانے کی اپیل کی گئی۔ نومنتخب امیر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر نے اس عہد کا اعلان کیا کہ وہ اپنے پیشرو امراء مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا خواجہ خان محمدؒ، مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے وضع کردہ اصول وضوابط کے پابند رہیں گے اور اپنی تمام تر صلاحیتیں عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے صرف کریں گے۔ اجلاس میں گذشتہ سال کے مصارف اور آئندہ منصوبوں کی منظوری دی گئی۔ اجلاس میں بہاول نگر اور پشاور دفاتر کی خریداری کی توثیق کی گئی۔

تعزیتی پروگرام

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے زیر اہتمام جامع مسجد غلہ منڈی میں حضرت امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی یاد میں ایک عظیم الشان پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں ضلع بھر کے علمائے کرام نے خصوصی شرکت فرمائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے پروگرام کی صدارت فرمائی۔ علمائے کرام نے حضرت امیر مرکزیہؒ کی دینی جدوجہد پر انہیں خراج تحسین پیش کیا گیا۔ حضرت امیر مرکزیہؒ کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی گئی۔ اور اس بات کا عزم کیا گیا کہ حضرت امیر مرکزیہ کے مشن کو انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جاری رکھا جائے گا۔

قارئین لولاک سے ضروری گزارش!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا اعزاز ہے کہ ملک میں شائع ہونے والے تمام رسائل میں سب سے کم قیمت پر ماہنامہ لولاک شائع ہوتا ہے۔ پھر سالانہ چندے کی وصولی کی خاطر مجلس کے مبلغ اپنے اپنے حلقہ میں جاکر وصولی بھی کرتے ہیں۔ ماہنامہ لولاک کے انفرادی خریداروں کی تعداد تقریباً چھ ہزار ہے۔ لیکن سال ۱۴۳۶ھ کے چار ماہ گزرنے کے بعد بھی ابھی تک صرف اور صرف تین ہزار خریداران کی رقم موصول ہوئی ہے۔ نیز ایسے خریدار بھی ہیں جن کے ذمہ دو سال کے بقایا جات ہیں۔ بقایا جات کی عدم ادائیگی کے باوجود رسالہ بند کرادیا جاتا ہے۔ جو انتہائی نامناسب بات ہے۔ آپ حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ خالصتاً دینی جذبے کے تحت ہونے والے کام میں معاونت فرمائیں اور اپنے بقایا جات کی بروقت ادائیگی کو یقینی بنائیں۔ تاکہ ماہنامہ لولاک کی ترسیل بغیر کسی تعطل کے آپ کو جاری رکھی جاسکے۔ یہ آپ کے ذمہ مجلس کا قرض بھی ہے اور مجلس کے ساتھ معاونت بھی۔ بصورت دیگر ماہنامہ لولاک کی ترسیل کو روکنا ہمارے لئے ناگزیر ہو جائے گا۔

امید ہے کہ اس اہم مسئلہ پر فوری عمل درآمد فرمائیں گے۔ اجرکم علیٰ اللہ تعالیٰ!

حکومت پنجاب کے قائم کردہ متحدہ علماء بورڈ پنجاب کی کاروائی

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر مشتمل لٹریچر پر کسی بھی قسم کی کوئی پابندی نہیں

روئیداد مشترکہ اجلاس ذیلی کمیٹی نمبر 1، 2 متحدہ علماء بورڈ پنجاب منعقدہ مورخہ 22 جنوری 2015ء

ذیلی کمیٹی نمبر 1، 2 متحدہ علماء بورڈ پنجاب کا مشترکہ اجلاس زیر صدارت جناب صاحبزادہ مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی چیئرمین متحدہ علماء بورڈ پنجاب مورخہ 22 جنوری 2015ء بروز جمعرات بوقت 11:00 بجے دن بمقام رہائش گاہ جناب چیئرمین متحدہ علماء بورڈ پنجاب واقع فیروز پور روڈ، لاہور منعقد ہوا، جس کی روئیداد بعد از منظوری چیئرمین متحدہ علماء بورڈ پنجاب، برائے اجراء و عملدرآمد از اں جملہ متعلقہ محکمہ جات و تکمیل ریکارڈ ارسال خدمت ہے۔

روئیداد مشترکہ اجلاس ذیلی کمیٹی نمبر 1، 2 متحدہ علماء بورڈ پنجاب

زیر صدارت جناب صاحبزادہ مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی، چیئرمین متحدہ علماء بورڈ پنجاب

منعقدہ مورخہ 22 جنوری 2015ء بروز جمعرات بوقت 11:00 بجے دن

متحدہ علماء بورڈ پنجاب کی ذیلی کمیٹی نمبر 1، 2 کا مشترکہ اجلاس مورخہ 22 جنوری 2015ء بروز جمعرات بوقت 11:00 بجے دن بمقام جامع اشرفیہ لاہور زیر صدارت جناب صاحبزادہ مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی چیئرمین متحدہ علماء بورڈ پنجاب منعقد ہوا جس میں حسب ذیل معزز اراکین ذیلی کمیٹی نمبر 1، 2 نے شرکت فرمائی۔

1۔ جناب مولانا محمد راغب حسین نعیمی — ممبر
2۔ جناب مولانا عبدالروف فاروقی — ممبر
3۔ جناب مولانا پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی — ممبر
4۔ جناب علامہ قاضی غلام مرتضیٰ — ممبر
5۔ محترمہ پروفیسر ڈاکٹر زاہدہ حسنین — ممبر
6۔ محترمہ ڈاکٹر حافظہ شاہدہ پروین — ممبر
7۔ محترمہ ڈاکٹر زاہدہ شبنم — ممبر
8۔ محترمہ سیدہ سائرہ جعفری — ممبر

اجلاس میں متفقہ طور پر طے پایا کہ آئین پاکستان کے مطابق چونکہ مرزائی/ قادیانی/ لاہوری گروپ غیر مسلم قرار پائے ہیں اور وہ اسلامی اصطلاحات قانوناً استعمال نہیں کر سکتے اس کے باوجود قانون شکنی کرتے ہوئے اسلامی اصطلاحات مسلسل استعمال کیے جارہے ہیں۔ اُن کی تکفیر، رد و تردید کے حوالے سے چھپنے والا ختم نبوت کا لٹریچر کسی طور پر بھی ہیٹ میٹریل کے زمرے میں نہیں آتا۔ لہٰذا محکمہ داخلہ، محکمہ پولیس بالعموم اور حکومت پنجاب بالخصوص ختم نبوت کے لٹریچر کی تحریر، تدوین، پرنٹنگ، طباعت، تقسیم و فروخت وغیرہ پر قطعاً کوئی کاروائی نہ کرے۔ متفقہ طور پر سفارش کی گئی محکمہ داخلہ پنجاب اس سلسلہ میں باقاعدہ نوٹیفیکیشن جاری کرے۔ نیز متفقہ طور پر ختم نبوت اور ردِ قادیانیت کے لٹریچر کے حوالے سے پولیس کی کاروائیوں کی بھرپور مذمت کی گئی۔

(صاحبزادہ مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی)
چیئرمین متحدہ علماء بورڈ پنجاب

سلام زندہ باد
فرما گئے یہ ہادی لانبی بعدی
تاجدار ختم نبوت زندہ باد
تاریخی عظیم الشان
ختم نبوت کانفرنس
ان شاء اللہ
بعد نماز مغرب
4 اپریل 2015 بروز ہفتہ بمقام ڈگری کالج گراؤنڈ قصور
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قصور
رابطہ نمبرز
0300-7577756
0321-6887279
0300-6950984

سلام زندہ باد
فرما گئے یہ ہادی لانبی بعدی
تاجدار ختم نبوت زندہ باد
تاریخی عظیم الشان
ختم نبوت کانفرنس
ان شاء اللہ
بعد نماز مغرب
24 اپریل 2015 بروز جمعہ بمقام میانی روڈ نزد ٹاور مارکیٹ حیدر آباد
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدر آباد
رابطہ نمبرز
0300-9899402
0302-3623805

ماہنامہ لولاک ملتان کا ''حکیم العصر نمبر''

☆ حکیم العصر شیخ الحدیث استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وشیخ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کی یاد میں ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کا ایک وقیع نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

☆ یہ نمبر ایک یادگار تاریخی دستاویز ہوگا۔ جس میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے گا۔ اس میں آپ کی پیدائش، تعلیم، تکمیل تعلیم، آغاز تدریس، تدریس کی باسٹھ سالہ کی نمایاں خصوصیات، آپ کا طرز تعلیم وتربیت، آپ کی تصوف کی مجالس، علم وعرفاں کے ایمان پرور، حقائق افروز سینکڑوں واقعات شامل ہوں گے۔

☆ آپ کی تفسیر تبیان القرآن (8 جلدیں)، خطبات حکیم العصر (12 جلدیں) اور دیگر آپ کے افادات کے مجموعوں کا مکمل تعارف ہوگا۔ آپ کی زندگی کے نشیب وفراز، آپ کی تحریکی وجماعتی خدمات جلیلہ، عقائد اہل سنت میں آپ کا تصلّب، آپ کی ذات میں اکابر دیوبند کی زندگیوں کے پرتو کا مکمل عکس سب کچھ شامل ہوگا۔

☆ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی گراں مایہ خدمات، آپ کے صاحب الرائے اور صائب الرائے ہونے کے حقائق بھی شامل ہوں گے۔

☆ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کو حق تعالیٰ نے اولاد عنایت نہیں فرمائی تھی لیکن آپ کے ہزاروں شاگرد، سینکڑوں خطباء ومدرسین، بیسیوں شیوخ حدیث، علماء ومشائخ آپ کے علوم کے وارث ہیں۔ ان سب سے درخواست ہے کہ حضرت مرحوم کی زندگی کا کوئی واقعہ، معلومات، مکتوب وتحریر جو کچھ بھی آپ کے پاس ہے۔ اسے ہم تک پہنچائیں، تحریر اور علمی مواد کے ذریعہ اتنا وقیع ذخیرہ اس نمبر میں جمع ہوجائے کہ دنیا علم وفضل عش عش کراٹھے کہ آپ کے روحانی فرزندوں نے آپ کی یادوں کو جمع کرنے کا حق ادا کردیا ہے۔ صلبی اولاد جو کارنامہ انجام نہ دے پاتی وہ روحانی اولاد کارنامہ سرانجام دے دے تاکہ آنے والی نسلیں آپ کی سدابہار شخصیت کے علم وفضل سے برابر بہرہ ور ہوتی رہیں۔

☆ 30 جمادی الثانی 1436ھ مطابق 20 اپریل 2015ء تک تمام مضامین ومواد ملتان دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ میں پہنچ جانا چاہیے۔ یاد رہے کہ پہلے سے شائع شدہ مضامین سے ہم احتراز برتیں گے۔ مضامین ملتان میں مولانا حافظ محمد انس فون نمبر: 0301-7500173، لاہور مولانا عزیز الرحمٰن ثانی موبائل نمبر: 0300-4304277، باب العلوم کہروڑ پکا میں مولانا حبیب الرحمٰن فون نمبر: 0300-6851059، کراچی میں مولانا اعجاز مصطفیٰ: فون نمبر: 0333-2275768 کے پاس مندرجہ بالا تاریخ کے اندر اندر جمع کرائے جاسکتے ہیں۔

☆ ہمیں صرف اور صرف آپ سے قلمی تعاون درکار ہے۔ ہاں اپنی خوشی سے جو دینی ادارے، جماعتی رفقاء، کاروباری حضرات یا حضرت مرحوم کے عقیدت منداس نمبر میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں۔ یا اس وقیع یادگار نمبر میں شرکت اشاعت کے خواہشمند ہیں وہ اندرون صفحات سادہ فی صفحہ کیلئے دس ہزار روپے اور چہار رنگا آرٹ پیپر اندرون صفحہ کیلئے پندرہ ہزار روپے پیشگی بھجوادیں۔ ٹائٹل واندرون ٹائٹل کے صفحات کے اشتہار کے نرخ کا بعد میں اعلان ہوگا۔

☆ آج ہی آگے بڑھیں اور اس معرکہ کو سر کرنے میں ہماری معاونت کریں۔ حق تعالیٰ اس محنت پر ہم سب کو کامرانی نصیب فرمائے۔

(مولانا) صاحبزادہ عزیز احمد
مرکزی نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ ملتان